ابنِ صفی

جلد نمبر
25

جاسوسی دنیا

76- وبائی ہیجان

77- اونچا شکار

78- آوارہ شہزادہ

جاسوسی دنیا نمبر 77

اونچا شکار

(مکمل ناول)

پیشرس

اب جاسوسی دنیا کا سترواں ناول "اونچا شکار" ملاحظہ فرمایئے....
اسے آپ ایسا ہی پائیں گے، جیسے ناول کی خواہش آپ عرصہ سے ظاہر کر رہے تھے۔ حمید اور فریدی دونوں ہی خاصے Active نظر آئیں گے۔ اس بار فریدی نے مجرم کو ٹھکانے لگانے کے لئے ایسا طریق کار اختیار کیا ہے کہ آپ کچھ دیر تک یہی سوچتے رہ جائیں گے کہ اس کا وہ اقدام صحیح تھا یا غلط.... لیکن اس کا اعتراف آپ کو بھی ہوگا کہ بہتیرے چالاک مجرم بڑے سے بڑے جرم کے مرتکب ہونے کے باوجود بھی قانون کی دسترس سے باہر ہی رہتے ہیں۔ ان کا طریق کار انوکھا ہوتا ہے۔ وہ قانون کے محافظوں ہی سے قانون شکنیاں کراتے ہیں۔ اس طرح کہ قانون کے محافظوں کو اس کا احساس تک نہیں ہونے پاتا کہ ان سے قانون شکنی سرزد ہو رہی ہے اور وہ مجرم کو انتہائی معصوم سمجھ کر اس کی قدر بھی کرتے رہتے ہیں۔

ایسے مجرم کو اس کی منزل تک پہنچانے کے سلسلے میں کتنی دشواریاں پیش آسکتی ہیں، اس کا اندازہ آپ کو اس کہانی کے اختتام ہی پر ہو سکے گا۔

دولت کی ہوس آدمی کو اندھا کر دیتی ہے۔ لیکن اسے سوچنا چاہئے کہ چیونٹیاں بھی اندھی ہوتی ہیں اور ان میں بھی ذخیرہ اندوزی کی جبلت پائی جاتی ہے۔ پھر کیا آدمی کو یہ زیب دیتا ہے کہ وہ چیونٹیوں کی صف میں آکھڑا ہو۔ دولت مند بننے کی خواہش گناہ نہیں ہے لیکن حصول دولت کے لئے قانون کی حدود سے گذر جانا یقینی طور پر اندھی چیونٹیوں ہی کی طرح حقیر ہو جانا ہے۔

نقالوں کے سلسلے میں یہ عرض ہے کہ آپ اصلی اور نقلی گھی کی طرح میری کتابوں کو بھی پرکھنا سیکھئے۔ یہ ایک مصنف کی خوش نصیبی بھی ہے اور بدقسمتی بھی کہ لوگ اس کے نام پر پڑھنے والوں کو دھوکا دیں.... دنیا کی کسی زبان کو ایسا مصنف نصیب نہ ہوا ہوگا۔

ابن صفی

۳۰/جولائی ۱۹۵۸ء

لفافہ

کرنل فریدی نیاگرہ ہوٹل کی ایک نیچی سی دیوار پر دونوں ہاتھ ٹیکے جھکا ہوا نیچے دیکھ رہا تھا۔ یہ نیاگرہ کی تیسری منزل تھی.... اور اس تیسری منزل کو بھی گلزار بنانے کی کوشش کی گئی تھی۔ چاروں طرف چار چار فٹ اونچی دیواریں تھیں اور فرش پر تقریباً ایک فٹ اونچی مٹی ڈال کر گھاس اگائی گئی تھی۔ دیواروں سے ملی ہوئی پھولوں کی کیاریاں تھیں۔ بعض جگہ لکڑی کے بڑے بڑے گملوں میں پام بھی نظر آرہے تھے۔ سورج غروب ہو جانے پر ہوٹل کا یہ حصہ بے حد پررونق نظر آنے لگتا۔ ذرا ہی سی دیر میں ساری میزیں بھر جاتیں اور آرکسٹرا موسیقی بکھیرنے لگتا۔ میزوں کے درمیان کوئی شوخ سی رقاصہ تھرکتی نظر آتی۔ اس حصہ کی میزیں عموماً پہلے ہی سی مخصوص کرالی جاتی تھیں۔

یہی وجہ تھی کہ فریدی کو دیوار پر ہاتھ ٹیک کر کھڑا ہونا پڑا تھا۔ اکیلے وہی نہیں، اس جیسے اور بھی تھے۔ میز مخصوص کرائے بغیر تیسری منزل پر آنا حماقت تھی۔ اس کے باوجود بھی لوگ آتے تھے۔ ہو سکتا ہے کہ پہلے پہل کچھ لوگوں کو ہچکچاہٹ محسوس ہوئی ہو۔ مگر اب تو عام رواج ہو گیا تھا لوگ دیوار کے قریب کھڑے ہو کر کھانے پینے میں ذرہ برابر بھی جھجک نہیں محسوس کرتے تھے۔ لیکن کیا فریدی بھی انہیں لوگوں میں سے تھا، جو یہاں کسی نیم عریاں تھرکنے والی کے لئے کھڑے ہی کھڑے چائے کافی یا دوسرے مشروبات پیا کرتے تھے؟

کیپٹن حمید اگر اسے اس حال میں دیکھ لیتا تو اس کے قہقہے رکنے کا نام ہی نہ لیتے۔

یک بیک فریدی چونک کر مڑا۔ کسی نے اس کے شانے پر ہاتھ مار کر بڑے بے تکلفانہ انداز میں "ہلو" کہی تھی۔ یہ ایک دراز قد اور سیاہ فام آدمی تھا۔

"اوہ.....!" اس نے خجالت آمیز لہجے میں کہا۔ "معاف فرمایئے گا۔ جناب مجھے غلط فہمی ہوئی تھی۔"

"کوئی بات نہیں۔" فریدی مسکرایا۔

"آپ کا ڈیل ڈول میرے ایک دوست کا سا ہے۔ میں پھر معافی چاہتا ہوں۔"

"میں پھر عرض کرتا ہوں کہ کوئی بات نہیں۔" فریدی بدستور مسکراتا رہا۔

وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ سیاہ فام آدمی کچھ سٹپٹایا ہوا سا تھا۔

یک بیک وہ اس طرح دوسری طرف مڑ گیا جیسے کسی نے جھٹکا دے کر زبردستی موڑ دیا ہو۔

فریدی نے ایک طویل سانس لی اور جیب سے سگار نکال کر اس کا گوشہ توڑنے لگا۔ بظاہر وہ ان تین آدمیوں سے بے خبر تھا جو تھوڑے ہی فاصلہ پر بیٹھے شراب پی رہے تھے لیکن یہ حقیقت ہے کہ اس نے انہیں اسی وقت تاڑ لیا تھا جب سیاہ فام آدمی نے اس کے شانے پر ہاتھ مار کر اسے مڑنے پر مجبور کیا تھا۔ ممکن ہے یہ واقعہ عام آدمی کے لئے "چلتے کی چیز" ہوتا۔ لیکن فریدی اسے غیر معمولی ہی سمجھا تھا۔ نیاگرہ میں عموماً بہت ہی پولشڈ قسم کے لوگ آتے تھے اور کسی پولشڈ قسم کے آدمی سے توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ اپنے ملنے والوں سے کسی پبلک مقام پر اس قسم کی بے تکلفی کا مظاہرہ کرے گا۔ اس لئے فریدی نے ان تینوں آدمیوں کو فوراً ہی بھانپ لیا، جو اسے اس انداز سے دیکھ رہے تھے جیسے اس کا حلیہ ذہن نشین کرنا چاہتے ہوں۔

اس نے سگار سلگا کر دانتوں سے دبالیا اور اب اس کی توجہ کا مرکز وہ نیم عریاں لڑکی تھی، جو آرکسٹرا کی دھن پر میزوں کے درمیان تھرکتی پھر رہی تھی۔

اس نے سیاہ فام آدمی کو بھی اس وقت تک نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دیا تھا جب تک کہ وہ زینوں کی طرف نہیں مڑ گیا تھا۔

"کافی.....!" اس نے ویٹر سے کہا جو قریب ہی سے گذر رہا تھا۔

ویٹر مؤدبانہ انداز میں سر کو جنبش دے کر آگے بڑھ گیا۔

فریدی سگار کے ہلکے ہلکے کش لیتا ہوا سوچ رہا تھا کہ یہ احمق کون ہو سکتے ہیں۔ تینوں آدمی اب بھی اسی میز پر تھے۔ لیکن صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ پینے سے زیادہ پینے کی ایکٹنگ کر رہے

ہیں۔ان کے گلاس دیر سے بھرے رکھے تھے لیکن وہ انہیں اٹھا کر ہونٹوں کی طرف لے جانے کی بجائے کچھ سوچے جا رہے تھے۔ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ کسی کا سوگ منانے کے لئے وہاں اکٹھے ہوئے ہوں۔

تھوڑی دیر بعد ویٹر نے کافی کی ٹرے لا کر دیوار پر رکھ دی۔

"بل بھی لیتے آؤ شاید میں جلد ہی چلا جاؤں۔" فریدی نے کہا۔

"بہت بہتر جناب۔" ویٹر احتراماً جھکا اور واپس چلا گیا۔

فریدی نے کافی ختم کرنے میں جلدی نہیں کی۔ویسے اس نے بل تو ادا ہی کر دیا تھا۔کافی ختم کے وہ دیوار سے ٹک گیا اور دونوں ہاتھ سینے پر باندھ لئے۔

اسے تیسری منزل پر اتنی دیر نہیں ٹھہرنا تھا وہ تو پورے ہوٹل کا سرسری جائزہ لینے آیا تھا۔

ان دنوں شہر میں کوکین کا کاروبار بہت ہی اعلیٰ پیمانے پر ہو رہا تھا اور اول درجہ کے ہوٹلوں کے متعلق خیال کیا جاتا تھا کہ وہی فروختگی کے اڈے ہیں لیکن کاروبار اتنے سائنٹیفک طریقے پر رہا تھا کہ ابھی تک ایک آدمی بھی نہیں پکڑا جا سکا تھا۔

تھوڑی دیر تک وہ اسی طرح کھڑا رہا پھر زینوں کی طرف چل پڑا۔اس کی رفتار سے عجلت ظاہر ہو رہی تھی۔

دوسری منزل پر رہائشی کمرے تھے۔وہاں کی ایک راہداری سے وہ ان زینوں کی طرف گیا، جو پہلی منزل پر ڈائننگ ہال تک لے جاتے تھے۔

نیچے ڈائننگ ہال میں بھی کافی چہل پہل تھی۔وہ یہاں بھی نہیں رکا۔حالانکہ اس کے کئی سایہاں موجود تھے اور انہوں نے اسے اپنی طرف متوجہ بھی کرنے کی کوشش کی تھی۔

وہ باہر نکل آیا مگر اس کا رخ اس حصے کی طرف نہیں تھا جہاں اس نے لنکن پارک کی تھی۔

وہ سوئمنگ پول والے ویران حصے کی طرف جا رہا تھا.... اور اس سے بھی بے خبر نہیں تھا کہ نیوں آدمی بھی اس سے تھوڑے ہی فاصلے پر آ رہے ہیں، جنہیں وہ کچھ دیر پہلے شبہ کی نظر سے چکا تھا۔

وہ اطمینان سے چلتا رہا۔شائد اسے اس کی بھی پرواہ نہیں تھی کہ کہیں ان میں سے کوئی فائر بیٹھے۔

یہ حصہ نیم روشن تھا۔ دور دور پر دو ایک آہنی ستونوں سے برقی قمقمے لٹک رہے تھے، جن کی روشنی اتنی محدود تھی کہ بعض گوشے تو بالکل ہی تاریک ہو کر رہ گئے تھے۔

"اے.... جناب.... یہ ڈائری شائد.... آپ کی ہے۔" پشت سے آواز آئی۔

اور فریدی رک گیا.... اس کا دل چاہا کہ زور سے قہقہہ لگائے۔ یہ تینوں اس شہر کے باشندے تو نہیں معلوم ہوتے۔ اس نے سوچا۔

وہ تینوں قریب آگئے۔ ایک نے کوئی چیز اس کی طرف بڑھائی.... فریدی نے بایاں ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے داہنے ہاتھ سے دوسرے کا جبڑا سہلا دیا جس نے دھوکے میں رکھ کر اس جھپٹنے کی کوشش کی تھی۔

پھر بایاں ہاتھ اس کی ناک پر پڑا جس نے کوئی چیز اس کی طرف بڑھائی تھی۔

تیسرا تیر کی طرح اس پر آیا.... لیکن اس کے پیٹ کے لئے داہنا گھٹنا تیار تھا۔

یہ سب کچھ تو افتتاحیہ تھا اس کے بعد سچ مچ بہت ہی خونریز قسم کی جدوجہد شروع ہو گئی۔ یہ تینوں بُری طرح چیخ رہے تھے۔ فریدی کے منہ سے ابھی تک ہلکی سی آواز بھی نہیں نکلی تھی۔ دفعتاً اس نے محسوس کیا کہ اب حملہ آور صرف پٹ ہی رہے ہیں اور گدھوں کی طرح رہے ہیں۔

"کون ہے.... کون ہے۔" تھوڑے ہی فاصلے پر سے آوازیں آئیں جن میں بھاگتے ہوئے قدموں کی بھی آوازیں شامل تھیں۔

یک بیک تینوں حملہ آور بھاگ کھڑے ہوئے۔ لیکن فریدی نے ان کا تعاقب نہیں کیا۔ سامنے سے کئی ٹارچوں کی روشنیاں اس پر پڑ رہی تھیں۔

وہ جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔ آنے والے قریب آگئے۔ یہ تعداد میں پانچ تھے۔ چار ہوٹل کے چوکیدار تھے اور ایک ذی حیثیت آدمی معلوم ہوتا تھا۔

"کیا قصہ ہے جناب۔" اس نے حیرت سے پوچھا۔

"کچھ نہیں، چند آدمیوں نے مجھ پر حملہ کیا تھا۔ آپ لوگوں کی آوازیں سن کر بھاگ گئے۔" فریدی نے مسکرا کر جواب دیا۔

"حملہ....!" اس نے حیرت سے دہرایا اور ٹارچ کی روشنی فریدی کے جسم پر ڈالی جس

شفاف اور ستھرے لباس پر کہیں ہلکی سی شکن بھی نہیں تھی۔

"حملہ آور کس طرف گئے ہیں۔" اس نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

"پتہ نہیں! میں نے غور نہیں کیا۔" فریدی نے لاپروائی سے کہا۔ پھر بولا۔ "اس تکلیف کے لئے شکریہ۔" وہ عمارت کی طرف جانے کے لئے آگے بڑھ گیا۔

وہ آدمی اس کے ساتھ چلنے لگا ہوٹل کے چوکیدار پیچھے تھے۔

"میں ابھی ابھی اپنی گاڑی سے اترا تھا۔" اس آدمی نے کہا۔ "اچانک شور سنائی دیا۔ فدیلی مجھے روک رہی تھی۔ لیکن میں چوکیداروں کو ساتھ لے کر دوڑ ہی پڑا۔ فدیلی بہت ڈرپوک ہے۔ وہ سوچ رہی ہوگی کہ پتہ نہیں کیا ہوا ہو۔ حملہ آور کتنے تھے جناب۔"

"تین....!"

"مجھے حیرت ہے۔" اس نے کہا۔

فریدی نے اس سے حیرت کی وجہ نہیں پوچھی، خاموشی سے چلتا رہا۔

پھر وہ اجالے میں آگئے۔ اب فریدی نے اس آدمی کی شکل دیکھی۔ تھا تو وہ ادھیڑ عمر کا آدمی لیکن آنکھوں سے بچکانہ پن ٹپکتا تھا۔ صحت اچھی تھی اور یہی معلوم ہو رہا تھا جیسے اس کے بال قبل از وقت سفید ہوگئے ہوں۔

"مجھے اس پر حیرت ہے جناب کہ حملہ آور تین تھے لیکن آپ کا لباس تک شکن آلود نہیں ہوا....!" اس نے کہا۔

"اللہ کی مرضی....!" فریدی کے لہجے میں لاپروائی مترشح تھی۔

"مجھے کہنے دیجئے کہ آپ مجھے پہلے آدمی ملے ہیں۔"

"بڑی عجیب بات ہے۔" فریدی مسکرایا۔ "اس بھری پُری دنیا میں آپ کو آدمی نہیں ملے۔"

"آپ نہیں سمجھے۔ میں یہ کہنا چاہتا تھا کہ آپ عجیب آدمی ہیں۔" اس نے کہا۔ "مگر آپ اس وقت اندھیرے میں وہاں کیوں گئے تھے۔"

"اب یہ بھی بتانا پڑے گا۔" فریدی نے معنی خیز تبسم کے ساتھ کہا۔

"اوہ معاف کیجئے گا۔ میرا یہ سوال بڑا احمقانہ تھا۔" وہ بھی اسی انداز میں مسکرایا۔ پھر سنجیدگی سے بولا۔ "یہاں تو زندگی کا لطف ہی جاتا رہا ہے۔ ہوٹلوں باروں اور کلبوں نے زندگی کی ساری

لذتیں چھین لی ہیں.... جو مزا چھپ چھپ کے ملنے میں ہے.... ہائے....!"

فریدی بے اختیار مسکرا پڑا مگر کچھ بولا نہیں۔

وہ اس جگہ پہنچ گئے جہاں کاریں پارک کی جاتی تھیں.... یہاں گیراج بھی موجود تھے اور انتظام بہت ہی اعلیٰ قسم کا تھا۔ لیکن گرمیوں میں کوئی بھی گیراج تک گاڑیاں لے جانا پسند نہیں کرتا تھا۔ وہ کھلے ہی میں پارک کی جاتی تھیں۔

ایک سیاہ رنگ کی بیوک کے قریب وہ رک گئے۔ یہاں ایک نو عمر یوریشین عورت بھی موجود تھی۔ اس کے خدوخال خاصے دلکش تھے۔

"اوہ.... ڈکی.... کیا ہوا.... کیا تھا....؟" وہ مضطربانہ انداز میں بولی اور پھر فریدی کی طرف دیکھنے لگی۔

"یہ بیچارے تین آدمیوں میں گھر گئے تھے۔" جواب ملا۔

"اوہ.... چوٹ تو نہیں آئی۔" اس نے ہمدردانہ لہجے میں فریدی سے پوچھا۔

"جی نہیں....!"

"ارے.... فدیلی.... تم چوٹ کی باتیں کر رہی ہو۔ ذرا دیکھو ادھر دیکھو....!" اس نے کہا اور یک بیک چوکیداروں کی طرف مڑ کر بولا۔ "تم لوگ جا سکتے ہو۔"

ان کے چلے جانے پر اس نے کہا۔ "تین آدمیوں نے ان پر حملہ کیا تھا اور یہ شائد کافی دیر تک ان سے الجھے رہے تھے لیکن ذرا ان کا لباس دیکھو.... کون کہے گا کہ یہ لڑ کر آرہے ہیں۔"

"قطعی نہیں....!" لڑکی نے نیچے سے اوپر تک فریدی کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

"کیا آپ رپورٹ نہیں درج کرائیں گے۔" ڈکی نے فریدی سے پوچھا۔

"میں خود ہی درج کرلوں گا۔" فریدی مسکرایا۔

"کیا مطلب....!"

فریدی نے اپنا کارڈ نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا۔

"او.... ہو....!" اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں.... ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اسے سکتہ ہو گیا ہو۔ کارڈ اب بھی اس کی چٹکی میں دبا ہوا تھا۔ لڑکی جھک کر اسے دیکھنے لگی۔

"گڈ گاڈ....!" وہ قریب قریب اچھل سی پڑی۔

ڈکی کے ہونٹ ہلے اور اس قسم کی بڑبڑاہٹ سنائی دی، جیسے وہ خود سے مخاطب ہو۔ "مقدر کے علاوہ.... اور کیا....!" اور پھر وہ لڑکی کی طرف دیکھ کر بولا۔ "فدی ڈیئر.... کیا یہ ایک دلچسپ اتفاق نہیں ہے۔ اب میں دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ میرا ستارہ پھر عروج کی طرف جارہا ہے۔"

"ڈکی.... یہ خدا کی مہربانی ہے.... کیوں اب تو تمہیں اس پر حیرت نہیں ہے کہ ان کے لباس پر شکنیں تک نہیں پائی جاتیں۔"

فریدی خاموش کھڑا ان کی گفتگو سنتا رہا۔

دفعتاً اس آدمی نے اپنا کارڈ نکال کر فریدی کی طرف بڑھادیا۔ کارڈ پر ڈکسن ہارویل تحریر تھا۔ دوسری لائن اس کے پتے کی تھی۔

"ڈکسن ہارویل....!" فریدی آہستہ سے بولا۔ "اگر میں غلطی نہیں کر رہا تو آپ مل اونرز ایسوسی ایشن کے صدر ہیں۔"

"جی ہاں آپ کا خیال درست ہے کرنل۔" ڈکسن بولا۔ "اس موقعہ پر اگر میں آپ کا وقت برباد کروں تو یہ بڑی زیادتی ہوگی۔ پھر کیا آپ میرے لئے کبھی تھوڑا سا وقت نکال سکیں گے۔"

"مجھے اس وقت بھی فرصت ہی ہے۔"

"مطلب یہ کہ ہو سکتا ہے.... آپ تھکن محسوس کر رہے ہوں۔"

"یہ اتنی ہی معمولی سی ورزش تھی کہ خون کی روانی میں ہلکی سی تیزی آجائے۔" فریدی مسکرایا۔ "آیئے.... شائد آپ اندر جارہے تھے۔"

"جی ہاں.... میں بہت مشکور ہوں گا کرنل.... چلئے۔"

وہ عمارت کی طرف چل پڑے....!

"تیسری منزل پر ہماری میز مخصوص ہے....!" فدیلی نے کہا۔

"میں ڈائننگ ہال ہی کو ترجیح دوں گا محترمہ....!" فریدی بولا۔

"ٹھیک ہے.... ٹھیک ہے.... اوپر ہم گفتگو نہیں کر سکیں گے۔ وہاں تو طوفان بدتمیزی برپا ہوتا ہے۔"

"ڈائننگ ہال میں بھی ہمارے لئے ایک بڑا کیبن مخصوص ہے۔" فدیلی نے کہا۔

"ہاں یہ مناسب ہے۔"

وہ مغربی گوشے والے کیبن میں آئے.... یہ اتنا کشادہ تھا کہ یہاں بڑی میز کے علاوہ ایک مسہری بھی بچھائی جاسکتی تھی اور اسی کی مناسبت سے تھوڑے بہت سامان کا بھی اضافہ کیا جاسکتا تھا۔ وہ بیٹھ گئے۔ فدیلی فریدی کو برابر گھورے جارہی تھی۔ لیکن فریدی اس کی طرف ایک بار بھی متوجہ نہیں ہوا تھا۔

"میری کتنی بڑی خوش نصیبی ہے۔" ڈکسن نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "میں کئی دنوں سے سوچ رہا تھا کہ آپ سے ملوں۔ فدیلی سے بھی اس کا تذکرہ آیا تھا اور آج اس طرح.... میرے خدا.... میں اسے کیا سمجھوں۔"

"ایسے اتفاقات کم ہی پیش آتے ہیں۔" فدیلی نے کہا۔

"اوہ.... میں بھی کتنا احمق ہوں کرنل.... خواہ مخواہ باتوں میں وقت برباد کررہا ہوں.... ہاں آپ کیا پئیں گے۔ تکلف کی ضرورت نہیں۔"

"ٹھنڈا پانی میرا پسندیدہ مشروب ہے۔" فریدی نے کہا۔

"میں نے سنا ہے کرنل شراب نہیں پیتے۔" فدیلی نے کچھ ایسے پر محبت لہجے میں کہا جیسے کرنل یا تو اس کے بطن سے پیدا ہوئے ہوں یا پھر انہیں اس کا شوہر ہونے کا فخر حاصل ہو۔

"آپ نے غلط نہیں سنا محترمہ....!" فریدی بولا۔

"بڑی عجیب بات ہے۔" ڈکسن نے کہا۔ "دماغی کام کرنے والے عموماً پیتے ہیں۔"

"کمزور دماغ کے لوگ ہوتے ہوں گے۔ یہاں تو صرف ایک قہقہہ جو دل کی گہرائیوں سے نکلا ہو، ساری ذہنی تھکن دور کردیتا ہے۔"

"آپ کی باتیں بھی عجیب ہوتی ہیں کرنل.... پھر بتایئے میں آپ کی کیا خاطر کروں۔"

"کیا آپ محض خاطر کرنے کے لئے مجھے یہاں لائے تھے۔" فریدی نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے مسکرا کر پوچھا۔

"نہیں کرنل.... لیکن ہم ایسے موقعہ پر ملے ہیں کہ مجھے اس سلسلہ میں کچھ کہتے ہوئے ہچکچاہٹ محسوس ہورہی ہے۔ میں ایک بہت بڑے جنجال میں پھنس گیا ہوں۔ لیکن یقین کیجئے مجھے اس کا بھی علم نہیں ہے کہ اس چکر میں کیونکر پڑا ہوں۔ میری عقل کام نہیں کرتی۔"

"میرا خیال ہے تم اس وقت کرنل کو بور نہ کرو ڈکی.... کرنل اگر اپنے گھر پر ہمیں وقت

دے سکیں تو بہتر ہے۔" فدیلی نے کہا۔ جو شائد اس گفتگو سے اکتا گئی تھی۔

"اچھا.... اچھا....!" ڈکسن نے کہا اور ویٹر کو طلب کرنے کے لئے گھنٹی کے بٹن پر انگلی رکھ دی۔

ویٹر شائد کیبن کے دروازے ہی پر موجود تھا۔ وہ پردہ ہٹا کر اندر داخل ہوا۔

"لائم جوس.... اور وہسکی...." ڈکسن نے کہا۔

ویٹر قدرے جھک کر الٹے پاؤں واپس چلا گیا۔

فدیلی فریدی کو بڑی پیاسی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"میں اندر آسکتا ہوں جناب۔"

وہ چونک کر کیبن کے دروازے کی طرف مڑے.... ہوٹل کا بل کیپٹن ہاتھ میں ایک لفافہ لئے کھڑا تھا۔

"مجھے افسوس ہے جناب۔" اس نے ندامت ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

"لیکن مجھ سے کہا گیا تھا کہ یہ خط بہت ضروری ہے۔"

"لاؤ....!" ڈکسن نے اُسے گھورتے ہوئے ہاتھ بڑھا دیا۔ خط دے کر بل کیپٹن واپس چلا گیا۔

"میں معافی چاہتا ہوں۔" ڈکسن نے لفافہ چاک کرتے ہوئے فریدی سے کہا۔

"کوئی بات نہیں۔" فریدی نے کہا اور فدیلی سے اجازت لے کر سگار سلگانے لگا اور فدیلی نے کہا کہ وہ دنیا کا مہذب ترین آدمی ہے.... پھر اچانک وہ دونوں ہی چونک پڑے۔ لفافہ ڈکسن کے ہاتھ سے گر گیا تھا.... اور وہ ایک جھٹکے کے ساتھ اس طرح کرسی کی پشت سے جا ٹکا تھا، جیسے کسی نظر نہ آنے والی قوت نے اسے پیچھے دھکیل دیا ہو۔ لفافے کے پاس ہی میز پر ایک کارڈ پڑا ہوا تھا جس پر جنگلی سور کی تصویر تھی۔

چور یا آرٹسٹ

رات کے سناٹے سے اکتا کر کیپٹن حمید نے بڑبڑانا شروع کر دیا اور پھر یہ بڑبڑاہٹ باقاعدہ قسم کے مکالموں میں تبدیل ہو گئی۔ ایک بار اس کے حلق سے مرد کی سی آواز نکلی اور دوسری بار

عورت کی سی۔

"میں بہت اداس ہوں ڈارلنگ....!" مرد کی آواز۔

"پھر کیا میں تمہارے لئے پالک کی بھجیا تلوں۔" عورت کی آواز۔

"بڑی غیر شاعرانہ باتیں کر رہی ہو۔" مرد کی آواز۔

"ستیاناس شاعروں کا۔ میرا بس چلے تو سبھوں کو فوج میں بھرتی کرادوں.... جہاں ایک ہفتے بھی لفٹ رائٹ کرنا پڑا فعولن فعولن کا بخار اتر جائے گا۔"

"خدا کے لئے بور نہ کرو ڈارلنگ، میں بہت اداس ہوں۔" مرد کی آواز۔

"کھلی ہوا میں دوڑ لگاؤ۔ طبیعت صاف ہو جائے گی۔"

"آخر آج تم کیسی بہکی بہکی باتیں کر رہی ہو۔" مرد کی آواز۔

"شاعرانہ باتوں سے طبیعت بیزار ہو گئی ہے.... اب میں بچوں کی چیاؤں میاؤں سننا چاہتی ہوں۔"

"یہ بہت بُری علامت ہے ڈیئر.... مجھے تشویش ہے۔" مرد کی آواز۔ "میری زندگی کا سب سے بڑا مشن یہی ہے کہ میں باپ نہ بننے پاؤں۔"

"میں تمہارا ساتھ دینے سے قاصر ہوں۔" عورت کی آواز۔

"کیا تمہارے کانوں تک بڑے آدمیوں کی آوازیں نہیں پہنچتیں۔" مرد کی آواز۔

"میں نے ان آوازوں کی طرف سے کان بند کر لئے ہیں.... یہ خودغرض ہیں۔ یہ فصلوں کو نقصان پہنچانے والے کیڑوں مکوڑوں کی طرح آدمی کی پیدائش بھی روکنا چاہتے ہیں۔ یہ اس قابل ہیں کہ سب سے پہلے یہی کھیتوں کی کھاد بنائے جائیں۔"

"اوہ.... ڈارلنگ بور مت کرو....!" مرد کی آواز۔

پھر یک بیک حمید نے اپنی آواز میں چیخ کر کہا۔ "ابے او حمید کے بچے آخر اس طرح کیسے کام چلے گا۔"

اور ایک بار پھر وہ اپنی کار کے انجن پر جھک پڑا۔

جنگل کی اندھیری رات تھی۔ سڑک کی دونوں جانب گھنیرے درختوں کی قطاریں تھیں۔ اس لئے وہ تاروں کی چھاؤں سے بھی محروم ہو گیا تھا۔

اسے اس کا اندازہ لگانا بھی دشوار معلوم ہو رہا تھا کہ اس نے اب تک کتنی مسافت طے کی ہو گی اور یہاں سے تار جام کتنے فاصلے پر ہے۔

وینس اس نے بڑے چاؤ سے خریدی تھی۔ لیکن ڈرائیور کون رکھتا.... ڈرائیور ہوتا یا نہ ہوتا اس وقت تو دراصل اسکریو ڈرائیور کا مسئلہ درپیش تھا۔ اگر اسکریو ڈرائیور اس وقت موجود ہوتا تو نہ اسے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر فلمی گیت گانے پڑتے اور نہ وہ دیوانوں کی طرح عورت اور مرد کے مکالمے ادا کرتا۔ بس اسے دو ایک پرزے نکالنے پڑتے.... انہیں صاف کرتا اور کار پھر اپنی راہ لگتی۔ اوزاروں کا تھیلا ڈکے میں ہونا چاہئے تھا۔ لیکن وہ اتنا عاقبت اندیش کب تھا۔

اس وقت وہ تفریحاً تار جام کے لئے نہیں روانہ ہوا تھا۔ بلکہ وہاں اسے ایک ایسے آدمی کو چیک کرنا تھا جس کے متعلق شبہ کیا جا رہا تھا کہ وہ منشیات کی ناجائز تجارت کرنے والے گروہ سے تعلق رکھتا ہے۔

ان دنوں ذرا سکون نصیب ہوا تھا کہ یہ نئی مصیبت نازل ہو گئی.... شہر میں ایک ایسے پراسرار گروہ کی سرگرمیوں کا پتہ چلا تھا، جو منشیاب کی اعلیٰ پیمانے پر تجارت کر رہا تھا اور اس گروہ کا ایک آدمی بھی ابھی تک پولیس کے ہاتھ نہیں لگ سکا تھا.... اکثر لوگوں پر شبہ کیا جاتا، پولیس انہیں سختی سے چیک کرتی مگر قریب سے دیکھنے پر ان کے ہاتھ صاف نظر آتے تھے.... آج جس آدمی کے چکر میں حمید تار جام کے لئے روانہ ہوا تھا اس کے متعلق بھی پولیس کے پاس کوئی واضح ثبوت نہیں تھا کہ وہ کاروبار میں شریک ہی ہو گا۔ محض اس کے پچھلے ریکارڈ کی بناء پر یہ قیاس کر لیا گیا تھا کہ وہ کسی ایسے گروہ کا ممبر ہو سکتا ہے۔

انجن پر جھکتے ہوئے حمید نے ٹارچ روشن کی اور بے بسی سے روشنی کے دائرے کو چکر دینے لگا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے۔ اس کی جیب میں تو اس وقت قلم تراش چاقو بھی نہیں تھا کہ اسی سے کوشش کرتا۔

پھر وہ سیدھا کھڑا ہو گیا۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ گاڑی کو اپنی دم میں باندھ کر تار جام تک سرپٹ دوڑتا چلا جائے....!

"ارے باپ رے....!" وہ اچانک اچھل کر پیچھے ہٹا۔ کوئی اس سے ٹکرایا تھا اور پھر کسی نے اس کی گردن اپنے بازوؤں میں جکڑ لی۔

قدرتی طور پر اس کا گھٹنا اس کے پیٹ پر پڑنا چاہئے تھا لیکن وہ اس سے پہلے ہی بوکھلا گیا۔ کیونکہ اس کی گردن جکڑنے والی کوئی عورت تھی۔ اس نے یہی اندازہ لگایا تھا۔ پھر اس کے ہاتھ اس کے سر پر پڑے اور اُسے یقین ہو گیا.... وہ عورت ہی تھی۔

"یہ کیا مذاق ہے۔" وہ غرایا۔

"خدا کے لئے خاموش رہو۔" وہ آہستہ سے بولی۔ "میں ان جھاڑیوں سے تمہیں دیر سے دیکھ رہی ہوں۔"

"چونکہ آپ دیر سے مجھے دیکھ رہی تھیں اس لئے میں خاموش رہوں.... اور آپ گلا گھونٹ کر مجھے ختم کر دیں کیوں؟"

"اوہ.... معاف کیجئے گا....!" وہ اسے چھوڑ کر ہٹ گئی۔ حمید جھک کر ٹارچ ڈھونڈنے لگا۔ اور پھر جب ٹارچ کی روشنی میں اس نے اس کا جائزہ لیا تو غیر ارادی طور پر اس کی زبان آہستہ آہستہ نچلے ہونٹ پر رینگنے لگی۔

وہ مرمر کا مجسمہ تھی.... متناسب الاعضاء، صحت مند.... جسم پر ہلکے نارنجی رنگ کے جارجٹ کی ساری تھی اور اسی رنگ کا بلاؤز.... بال سیاہ اور گھونگھریالے تھے.... ساری پر کئی چھرونٹے تھے، جیسے وہ چلتے وقت کانٹوں سے الجھی ہو۔ بازوؤں پر لمبی اور باریک خراشیں بھی تھیں۔

"اگر جھاڑیوں میں سانپ نہ ہوتا تو میں اسطرح اچھل کر کبھی نہ بھاگتی۔ کیا میں خوفزدہ ہوں۔"

"قطعی نہیں۔" حمید سر ہلا کر بولا۔ "آپ تو بھوکی شیرنی معلوم ہو رہی ہیں.... مجھے بھی ملائم گوشت والا بچھڑا نہیں پائیں گی۔"

"وہ تو آپ کی شکل ہی سے ظاہر ہے.... کیا آپ ابھی تک انجن کی خرابی نہیں دور کر سکے۔"

"میں نے دانتوں سے اسکریو ڈھیلے کرنے کی کوشش کی تھی لیکن.... پکڑ میں نہیں آئے۔"

"اسکریو ڈرائیور نہیں ہے۔"

"اگر ہوتا تو ایک ڈنٹسٹ کی بھی ضرورت کیوں محسوس کرتا۔"

"چاقو سے کام چلے گا؟"

"چاقو....!" حمید خوش ہو کر بولا۔ "ضرور چلے گا.... مگر اس کے لئے مجھے کتنی بار مر کر سر نو پیدا ہونا پڑے گا۔"

"اوں.... ہوں.... صرف اتنا سا معاوضہ کہ میں لفٹ چاہتی ہوں.... مگر جلدی۔" اس نے شاید اپنے ہینڈ بیگ سے قلم تراش چاقو نکالا تھا۔

حمید اس کے ہاتھ سے چاقو لے کر جھک پڑا.... پھر دس منٹ کے اندر ہی اندر وہ دوبارہ انجن بند کر رہا تھا۔ لڑکی پہلے ہی پچھلی سیٹ پر بیٹھ چکی تھی۔

اچانک قریب کی جھاڑیاں کھڑکھڑائیں اور کئی ٹارچوں کے روشن دائرے فضا میں گردش کرنے لگے۔

"وہ.... رہی.... کار میں۔" کسی نے چیخ کر کہا اور تین چار آدمی چھلانگیں لگاتے ہوئے سڑک پر آگئے۔

"ارے کھڑے کیا ہو.... بھاگو....!" لڑکی دانت کچکچا کر بولی۔

لیکن دوسرے ہی لمحے حمید کا ریوالور نکل آیا۔ اس نے کار کی اوٹ لیتے ہوئے آگے بڑھنے والوں کو للکارا۔

"پیچھے ہٹو ورنہ فائر کر دوں گا۔"

"وہ جہاں تھے وہیں تھم گئے۔"

"اس لڑکی کا تعاقب کیوں کر رہے ہو۔" حمید نے گرج کر پوچھا۔

"تم سے مطلب....!" دوسری طرف سے کوئی غرایا۔

"اچھا احمقو! آؤ اور اسے گاڑی سے نکال لے جاؤ۔" حمید کا لہجہ بہت سرد تھا۔

دوسری طرف سے کوئی جواب نہ ملا۔ انہوں نے اپنی ٹارچیں بجھا دی تھیں۔

دفعتاً حمید نے اپنی گاڑی کا انجن اسٹارٹ ہونے کی آواز سنی اور اس کے دیوتا کوچ کر گئے۔ وہ تو گاڑی ہی لئے جا رہی تھی۔ اس نے بڑی تیزی سے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا اور اچھل کر نہ صرف اندر بیٹھ گیا بلکہ دوسری طرف کی کھڑکی سے ان لوگوں پر ایک ہوائی فائر بھی جھونک مارا۔

کار نے چکنی سڑک پر سپاٹا بھرا اور تیر کی طرح تار جام کی طرف ہولی۔ یہی سیدھی سڑک تار جام تک جاتی تھی۔

"کریش.... کریش....!" دو گولیاں کار کے عقبی حصے سے ٹکرائیں۔

"چاقو کے لئے شکر گذار ہوں محترمہ....!" حمید کا لہجہ تلخ تھا۔

جواب میں اس نے ایک کھنکتا ہوا سا قہقہہ سنا.... اور پھر وہ بولی۔ "میرے ستارے اچھے تھے کہ آپ مل گئے ورنہ وہ کئی دنوں سے کوشاں ہیں کہ میری کھوپڑی میں سوراخ کر دیں۔"

"میں اس ڈرامہ کا مقصد ہرگز نہ پوچھوں گا۔" حمید نے لاپروائی سے کہا۔ "اگر تم تارجام تک چلنا چاہو تو میں بآسانی ایک مختصر سی نیند لے سکوں گا۔"

لڑکی کچھ نہ بولی، حمید بھی پشت گاہ سے ٹکا رہا۔ البتہ اس کا داہنا ہاتھ اب بھی جیب میں پڑے ہوئے ریوالور کے دستہ پر تھا۔

دفعتاً لڑکی بولی۔ "دیکھو فیٹ ہیڈ! کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں تم لوگوں کو خود پر ہاتھ ڈالنے کا موقعہ دوں گی۔ کار اس وقت میرے کنٹرول میں ہے.... میں اسے کسی درخت سے بھی ٹکرا سکتی ہوں۔ شاید تمہیں معلوم نہیں کہ میں نے خودکشی کا ارادہ ملتوی کر کے تم سے ٹکرا جانے کا فیصلہ کیا تھا.... لہٰذا یہی سمجھو کہ خودکشی کی نیت اب بھی برقرار ہے۔ ویسے تم لوگوں سے ٹکرانا بھی خودکشی ہی کے مترادف ہے۔"

مگر اس نے جواب میں حمید کے ہلکے ہلکے خراٹوں کے علاوہ اور کچھ نہیں سنا۔

کار اسی رفتار سے سڑک پر دوڑ رہی تھی۔

"کیا تم نہیں سن رہے ہو۔" لڑکی زور سے چیخی اور حمید اچھل پڑا۔

"کیا ہوا.... کیا ہوا....!" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"میں یہ کہہ رہی تھی کہ تم مجھے دھوکا نہ دے سکو گے۔ حالانکہ تمہاری جیب میں ریوالور بھی موجود ہے۔"

"ریوالور سے دھوکا نہیں دیا جاتا ہنی.... کھوپڑی میں سوراخ کیا جاتا ہے۔" حمید نے اس انداز میں کہا جیسے کسی بچے کی غلطی کی اصلاح کر رہا ہو۔ پھر وہ آگے جھکا اور چپ چاپ اس کا ہینڈ بیگ اٹھا لیا۔

کار بدستور دوڑتی رہی۔ سڑک سنسان پڑی تھی۔

اس کے بعد شائد لڑکی نے بائیں ہاتھ سے اپنا ہینڈ بیگ ٹٹولنے کی کوشش کی تھی۔ کیونکہ اس کے بعد ہی اس نے کار روک دی اور مڑ کر غرائی۔

"میرا ہینڈ بیگ....!"

"میں اس میں تمہارا چاقو رکھ رہا تھا.... یہ لو۔" اس نے ہینڈ بیگ اس کی طرف بڑھادیا اور وہ چھوٹا سا پستول تو پہلے ہی اس کی جیب میں پہنچ چکا تھا۔

لڑکی تھوڑی دیر تک خاموش رہی پھر بولی۔ "کیا تمہیں مجھ پر رحم نہیں آتا۔ صورت سے تم شریف معلوم ہوتے تھے ورنہ میں تم سے دور ہی رہتی دیکھو اچھے دوست کیا فائدہ؟"

"میری صورت اب بھی شریفوں کی سی ہے، اگر ہو تو تمہارے حسن کی بھی تھوڑی سی تعریف کردوں حالانکہ میں اسے قطعی غیر ضروری سمجھتا ہوں۔ میرا نظریہ ہے کہ ہر عورت خوبصورت ہوتی ہے، خواہ وہ افریقہ میں پیدا ہوئی ہو، خواہ فرانس میں۔"

"تم میری نہیں سنو گے۔" لڑکی نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"سناؤ! اتنی دیر سے تو سن رہا ہوں.... تم خود ہی جواب طلب کرتی ہو۔ ورنہ میرا دل تو یہ چاہتا ہے کہ چیمبرز ڈکشنری تھما کر استدعا کروں کہ اے سے زیڈ تک سنا جاؤ۔"

"تم پڑھے لکھے اور شائستہ آدمی معلوم ہوتے ہو کیوں ان لوگوں کے ساتھ اپنی زندگی برباد کر رہے ہو۔"

"پتہ نہیں تم کن لوگوں کا تذکرہ کر رہی ہو۔" حمید نے ٹھنڈی سانس لی۔

"کیا تمہارا تعلق جنگلی سور سے نہیں ہے۔" لڑکی نے کہا۔

"میں خود ہی ہر قسم کا سور ہوں.... کسی ایک قسم کے سور سے میرا تعلق کیوں ہونے لگا۔"

لڑکی چند لمحے خاموش رہی پھر بولی۔ "میں یہیں اتروں گی۔"

"پیچھا بھی چھوڑو کسی صورت سے۔ خواہ مخواہ میری بھی راہ کھوٹی کرتی ہو۔"

"میرا پستول واپس کردو۔"

حمید دروازہ کھول کر کار سے اتر آیا اور پھر اگلی نشست کا دروازہ کھول کر لڑکی کو بھی نیچے کھینچ لیا۔

"یہ لو اپنا پستول اور دفع ہو جاؤ۔" اس نے اس کی طرف پستول بڑھاتے ہوئے کہا۔ "تم جیسی رجنوں اسمارٹ لڑکیاں میری جیب میں پڑی رہتی ہیں جاؤ۔"

اس نے اسے بازو سے پکڑ کر ایک طرف دھکیل دیا.... اور پھر کار میں بیٹھ کر.... اسٹیئرنگ سنبھالتے ہوئے مڑ کر دیکھا بھی نہیں کہ لڑکی کس حال میں ہے۔

"ٹھہرو.... ٹھہرو...." وہ چیختی ہوئی کار کے پیچھے دوڑی.... "خدا کے لئے ٹھہر جاؤ....

ٹھہر جاؤ۔"

اس کی آواز میں رو دینے کا سا انداز پیدا ہو گیا تھا۔ کار کی رفتار بھی تیز نہیں ہوئی تھی۔

حمید نے کار روکی اور پھر اتر آیا۔

"د.....د.....دیکھو.....میں کہتی ہوں آخر ہم جھگڑا کیوں کریں۔"

"میری ایک تجویز ہے۔" حمید اکتائے ہوئے لہجے میں بولا۔ "میں سامنے لیٹا جاتا ہوں..... تم مجھ پر سے گاڑی گذار دو۔"

"کیوں.....؟"

"بیوقوف قسم کی لڑکیاں جی کا جنجال ہو جاتی ہیں..... تمہیں کیا پتہ کہ میں کتنی مشکل میں ہوں اور دیر ہو جانے پر مجھے کتنے خسارے سے دوچار ہونا پڑے گا۔"

"اچھا تو میں بیٹھ جاؤں گاڑی میں۔"

"تمہیں جانا کہاں ہے؟"

"جہاں تم لے جاؤ۔"

حمید نے اس کے بال پکڑ کر جھٹکا دیا اور اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔

"کمینے کہیں کے۔"

"چلو بیٹھ جاؤ..... لیکن میرے کان نہ کھانا۔"

وہ اگلی سیٹ پر اس کے برابر ہی بیٹھ گئی۔ حمید نے کار کے اندر روشنی کر دی اور گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔ "تمہیں خدا غارت کرے۔ اس وقت مجھے دس ہزار کا خسارہ ہوا ہے۔ اب پندرہ منٹ میں تارجام ہرگز نہیں پہنچ سکوں گا اور مجھے یہ رات کسی ہوٹل میں بسر کرنی پڑے گی۔

"میں تمہارے کان نہیں کھاؤں گی..... بالکل خاموش ہوں۔"

کار پھر چل پڑی۔ حمید محسوس کر رہا تھا کہ وہ اسے برابر گھورے جا رہی ہے۔ لیکن حمید کی نظر ونڈ شیلڈ پر تھی اس نے انکھیوں سے بھی اس کی طرف نہیں دیکھا۔

لڑکی اپنا ہینڈ بیگ کھول رہی تھی، اس نے اس میں سے ایک چپٹی سی شیشی نکالی اور اس کا کاک نکال کر آدھا سیال اپنے حلق میں انڈیل لیا۔ پھر بُرا سا منہ بناتے ہوئے بولی۔ "لو گے..... گھونٹ شمپین.....!"

"میں شراب سے نفرت کرتا ہوں۔" حمید نے اس سے بھی بُرا منہ بنا کر کہا۔

"ارے جاؤ.... مجھے بیوقوف نہ بناؤ، کیا تم کوئی نیک اور پارسا آدمی ہو۔"

"عورت اور شراب کی حد تک یقیناً بڑا پارسا آدمی ہوں.... لیکن اگر تمہارے ہینڈ بیگ میں کوئی بڑی رقم ہوتی تو تم دیکھتیں۔"

"چور....!"

"نہیں تم مجھے آرٹسٹ ہی کہو.... کیونکہ تم بھی مجھے کسی مولوی یا پنڈت کی صاحبزادی نہیں معلوم ہوتیں۔"

"کیا مطلب....؟"

"کیا تم ایسی ہی پاک وصاف ہو کہ مجھے چور کہہ سکو۔"

"میں نے کب کہا ہے کہ میں پاک وصاف ہوں۔"

"لیکن مجھے چور تو کہا تھا۔"

"بھئی چور کو کیا کہیں گے۔"

"ایک چور دوسرے چور کو آرٹسٹ کہتا ہے.... چور نہیں۔"

"اوہ.... اب سمجھی۔"

"سمجھنے کی رفتار سست ہے.... میرا خیال ہے کہ تم بقیہ آدھی شیشی بھی خالی کر دو۔"

"تم کون ہو....؟"

"یہ دوسری ہوئی! اب میں اتنا اُلو کا پٹھا ہوں کہ تمہیں اپنے متعلق کچھ بتا دوں! ویسے اگر تم چاہو تو جنگلی سور کے متعلق مجھے بتاتی رہو.... میں دل لگا کر سنوں گا۔"

"میں ابھی تک فیصلہ نہیں کر پائی کہ تم پر اعتماد کروں یا نہ کروں۔"

"کیا تم قارون کا خزانہ میری تحویل میں دینے والی ہو۔"

"کیا مطلب....!"

"تم مجھ پر اعتماد کرو تو کیا اور نہ کرو تو کیا! کچھ دیر بعد میں تمہیں تار جام کی کسی سڑک پر چھوڑ دوں گا۔"

لڑکی تھوڑی دیر تک خاموش رہی پھر بولی۔ "تم نے ابھی تک میرے متعلق کچھ نہیں معلوم

کرنا چاہا۔"

"اگر میں نے تمہارے کروڑ پتی ہونے کا اندازہ کر لیا ہوتا تو یقیناً کوشش کرتا۔"

یک بیک حمید کی بھنویں تن گئیں اور پیشانی پر سلوٹیں نظر آنے لگیں۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کوئی نیا خیال اس تبدیلی کی وجہ سے بنا ہو۔ لڑکی اسے بغور دیکھ رہی تھی۔

اچانک حمید نے ایک بار پھر اس کا بیگ چھین کر اپنی داہنی ران کے نیچے دبا لیا اور ایک تلخ سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

"گندی بلی.... میں سمجھ گیا۔"

"کیا سمجھ گئے۔"

"محکمہ سراغ رسانی کی لڑکیاں بہت تیز ہیں۔"

"تم غلط سمجھے۔" لڑکی نے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔

"غلط ہو یا سہی لیکن اب میں تمہیں اس وقت تک نہیں چھوڑ سکتا جب تک کہ اپنا اطمینان نہ کر لوں۔"

"کیسے ہوگا.... اطمینان....!"

"میرے پاس ایسی تمام لڑکیوں کے فوٹو ہیں، جو محکمہ سراغ رسانی کے لئے کام کرتی ہیں۔"

"تب تو بڑی اچھی بات ہے۔ مگر کیا یہاں بھی تمہارے پاس فوٹو موجود ہی ہیں۔"

"قطعی ہیں....!"

حمید کو یاد آ گیا تھا کہ لڑکیوں کی تصویروں کا البم گاڑی ہی میں موجود ہے۔ یہ وہ لڑکیاں تھیں جن سے کبھی حمید کی دوستی رہ چکی تھی.... اس لڑکی کے متعلق اس کا خیال تھا کہ وہ یا تو کسی بڑے گروہ سے تعلق رکھتی ہے یا ابھی حال ہی میں کسی بڑے گروہ سے کٹ گئی ہے اور وہ لوگ اس کے پیچھے ہیں۔

تکئے میں خنجر

فریدی نے ناشتے کی میز پر بیٹھتے ہی اخبار اٹھایا۔ تھوڑی دیر تک سرخیاں دیکھتا رہا پھر نصیر

آواز دے کر کہا کہ وہی اس کے لئے کافی کا ایک کپ تیار کر دے۔ وہ کچھ کھائے گا نہیں.... پھر اخبار بھی ایک طرف ڈال دیا گیا۔

ڈکسن.... ڈکسن کے متعلق وہ پچھلی رات سے اب تک سوچتا رہا تھا۔ ڈکسن اس سے ملنا چاہتا تھا۔ ان حالات میں ملا.... لیکن کیوں ملنا چاہتا تھا۔ یہ نہ معلوم ہو سکا۔

کیا اس جنگلی سور کی تصویر نے اسے کچھ کہنے سے باز رکھا تھا۔ جو اچانک اس تک پہنچی تھی.... تصویر دیکھتے ہی وہ اس طرح خاموش ہو گیا تھا جیسے بولنے کی سکت ہی نہ رہ گئی ہو۔

مگر یہ سچویشن ایسی ہی تھی۔ جیسے کسی جاسوسی ناول میں سسپنس پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہو.... ویسے فریدی اسے مضحکہ خیز سمجھ کر نظر انداز کر دینے کے لئے بھی تیار نہیں تھا.... کیونکہ بارہا ایسے ہی "جاسوسی ناول" قسم کے اتفاقات اسے مہینوں سرگرداں رکھ چکے تھے۔ پہلے اس نے یہی سمجھا تھا کہ وہ حرکتیں پولیس کو غلط راستے پر ڈالنے اور سنسنی پھیلانے کے لئے کی گئی تھیں لیکن پھر اسے جیتے جاگتے حقائق سے دوچار ہونا پڑا تھا۔

پچھلی رات جنگلی سور کی تصویر دیکھنے کے بعد ڈکسن کی حالت ایسی دگرگوں ہوئی تھی کہ ریلی نے کہا تھا "شائد ان پر ہارٹ اٹیک ہونے والا ہے۔ کرنل میں معافی چاہتی ہوں انہیں فوراً لے جاؤں گی۔"

اور تب اسے معلوم ہوا تھا کہ فدیلی اس کی بیوی ہے۔ پہلے وہ اسے یوریشین سمجھا تھا لیکن بعد میں اس نے جب اس کے انداز گفتگو اور لہجے پر غور کیا تھا تو وہ فرانسیسی ثابت ہوئی تھی۔ ڈکسن بھی عیسائی تھا اور شہر کے معززین میں اس کا شمار ہوتا تھا۔ اس کی خاصی شہرت تھی، لیکن فریدی اس سے پہلے کبھی ملنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا.... شہر میں اس کی کئی فیکٹریاں اور ملیں تھیں۔

لیکن وہ اس سے کیوں ملنا چاہتا تھا.... کیا اسی جنگلی سور کے لئے؟

پھر اسے وہ حملہ آور یاد آئے.... وہ سیاہ فام آدمی یاد آیا جس نے اس کے شانے پر ہاتھ مار اسے اپنی طرف متوجہ کیا تھا؟.... اور وہ تو طے شدہ بات تھی کہ اس نے دراصل اس طرح ان کو اس کی شکل دکھائی تھی۔

اور پھر اس کے بعد حملہ....

یہ حملہ اس کی سمجھ سے باہر تھا؟.... وہ ایک بار پھر اس پر غور کرنے ہی والا تھا کہ فون کی

گھنٹی بجی۔

وہ اٹھ کر کمرے میں آیا۔ دوسری طرف سے حمید بول رہا تھا۔

"مجھے ایک ہفتہ کی چھٹی دلوا دیجئے۔" اس نے کہا۔

"دماغ تو نہیں خراب ہو گیا.... تم کہاں ہو؟"

"تار جام میں! لیکن بہت بُری حالت میں۔"

"کیا مطلب....!"

"یہاں اچانک چچی جان مل گئیں.... ڈاکٹر منڈل سے بچے کی آنکھ کا علاج کرانے آئی ہیں۔ مجھ سے مل کر بے حد خوش ہوئیں.... کہنے لگیں اللہ مہربان تھا کہ تم مل گئے ورنہ میں بہت پریشان ہوتی۔ بچے کی آنکھوں کی حالت مخدوش ہے.... ڈاکٹر منڈل کا کہنا ہے کہ کم از کم ایک ہفتے تک تو ساتھ رہنا ہی پڑے گا.... اب بتایئے میں کیا کروں۔"

"کام کی بات کرو...." فریدی غرایا۔

"او.... ہاں دیکھئے.... پار کر یہاں سرے سے ہے ہی نہیں۔ ابھی تک اس کا ثبوت نہیں مل سکا کہ وہ تین ماہ سے تار جام میں دکھائی دیا ہو.... مگر دیکھئے.... یہ چچی جان.... خاندانی معاملہ ہے اگر مجھے ایک ہفتے کی چھٹی نہ ملی تو سمجھ لیجئے کہ بالکل کباڑا ہو جائے گا۔"

"تم کہاں مقیم ہو۔"

"پہلے تو وہ ہوٹل میں مقیم تھیں، لیکن پھر میں نے سوچا جب اپنا گرین ہٹ خالی پڑا ہوا تو....!"

"چلو.... خیر.... ٹھیک ہے.... مگر تمہیں تین دن سے زیادہ کی چھٹی نہیں مل سکتی۔"

"دیکھئے اس معاملہ میں میری ہی بات رکھ لیجئے ورنہ چچی جان۔"

فریدی کی پیشانی پر ایک پل کے لئے شکنیں نظر آئیں اور پھر غائب ہو گئیں۔ اس نے مسکرا کر کہا۔ "اچھی بات ہے.... ویسے پچھلی رات میں نے بھی تمہارے لئے ایک چچی ڈسکور (Discover) کی تھی.... خیر فی الحال تم اسی چچی سے دل بہلاؤ....!"

"دیکھئے میں اپنے بزرگوں کے معاملہ میں مذاق نہیں پسند کرتا۔"

فریدی نے سلسلہ منقطع کر دیا۔ لیکن جیسے ہی میز کے پاس سے ہٹا گھنٹی پھر بجنے لگی۔

"ہلو....!" فریدی ریسیور اٹھا کر دہاڑا.... وہ سمجھا تھا کہ شاید حمید نے پھر رنگ کر دیا۔

"ہیلو....!" دوسری طرف سے نسوانی آواز آئی۔ "کون صاحب ہیں۔"

"آپ کسے چاہتی ہیں۔"

"کرنل فریدی۔" فریدی نے آواز پہچان لی۔ یہ فدیلی ہی تھی۔

"میں فدیلی ہوں کرنل.... غالباً آپ بھولے نہ ہوں گے.... پچھلی رات....!"

"جی ہاں.... مسٹر ڈکسن اب کیسے ہیں۔"

"میں انہیں کے بارے میں آپ سے گفتگو کرنا چاہتی ہوں کہئے تو وہیں آجاؤں.... خدا کے لئے کرنل تھوڑا وقت ضرور نکالئے۔"

"ابھی آجایئے.... میں دو گھنٹے بعد آفس جاؤں گا۔"

"شکریہ کرنل.... میں ابھی آرہی ہوں۔"

اور پھر تقریباً بیس منٹ بعد کرنل اسے ڈرائنگ روم میں ریسیو کر رہا تھا۔ فدیلی اس وقت سفید اسکرٹ میں بہار کی نکھری ہوئی صبح کی طرح دلکش نظر آرہی تھی، لیکن اس کی آنکھیں مغموم تھیں۔

"آپ پچھلی رات کے رویے پر یقیناً الجھن میں ہوں گے۔" اس نے مردہ سی آواز میں کہا۔

"قدرتی بات ہے.... تشریف رکھئے.... آپ غالباً اس وقت پورٹ پسند کریں گی۔"

"نہیں.... اس کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ تو پیتے ہی نہیں۔"

"مہمانوں کے لئے رکھتا ہوں...." فریدی مسکرایا اور اس نے گھنٹی کا بٹن دبایا۔ ایک ملازم اندر آکر مؤدبانہ کھڑا ہو گیا۔

"پورٹ اور ایک گلاس....!"

"آپ خواہ مخواہ تکلیف کر رہے ہیں۔"

"قطعی نہیں تکلیف کی کیا بات ہے۔"

ملازم چلا گیا۔ فریدی استفہامیہ نظروں سے فدیلی کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"انہیں ہارٹ اٹیک نہیں ہوا تھا کرنل۔"

"مجھے اندازہ ہے! یہی چیز میری الجھن کا باعث بنی ہوئی تھی۔"

"ان کی حالت میں تغیر کا باعث وہ لفافہ بنا تھا۔ آپ کو یاد ہو گا اس میں سے ایک کارڈ بر آمد ہوا تھا جس پر جنگلی سور کی تصویر تھی.... وہ جنگلی سور!"

فدیلی خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگی۔ پھر بولی۔ "سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کا تذکرہ کہاں سے شروع کروں۔"

"میرا خیال ہے کہ پورٹ سے آپ کو کافی مدد ملے گی۔"

"اف فوہ....!" وہ بے اختیار مسکرا پڑی۔ "کتنے معاملہ فہم ہیں آپ.... مجھے آپ کی صلاحیتوں پر رشک آتا ہے۔"

"بہتیرے انہیں صلاحیتوں کی بناء پر مجھے زندہ نہیں دیکھنا چاہئے۔" فریدی مسکرایا۔

"یہ تو حقیقت ہے! جرائم پیشہ لوگوں پر عرصہ حیات تنگ ہو گیا ہے۔ وہ موقع پر بھلا کب چوکتے ہوں گے۔ پچھلی ہی رات۔"

"جی ہاں....!" فریدی سر ہلا کر اس ملازم کی طرف متوجہ ہو گیا، جو تپائی پر شراب کی کشتی رکھ رہا تھا۔

فدیلی نے تھوڑی سی شراب گلاس میں انڈیلی اور دو چار چسکیاں لے کر بولی۔ "میں نے ایسے لوگ بھی دیکھے ہیں جو پینے والوں سے دور بھاگتے ہیں۔ مگر آپ مہمانوں کے لئے رکھتے بھی ہیں۔ آپ واقعی عجیب ہیں۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔ اس نے ملازم سے کافی کے لئے کہا کیونکہ ناشتے کی میز پر اس نے کافی نہیں پی تھی۔ حمید کی کال آ گئی تھی اور اس کے بعد پھر شائد بھول ہی گیا کہ ابھی تک اس نے ناشتہ نہیں کیا۔

فدیلی نے گلاس خالی کر کے رکھ دیا اور رومال سے ہونٹ خشک کر کے بولی۔ "آج سے تین ماہ پہلے کی بات ہے کہ انہیں اس کا علم ہوا تھا.... ان کے دفتر میں ان کی لاعلمی میں ایک گند بزنس ہو رہا تھا.... وہاں سے کوکین اور دوسری منشیات غیر قانونی طور پر تقسیم ہوتی تھیں۔ لیکن انہیں یہ نہ معلوم ہو سکا کہ ان کا کون ذمہ دار تھا۔ ویسے ان کا شبہ جنرل منیجر لابئر پر ہے۔"

"جی ہاں یہ ایک اسپینی ہے۔ میں بھی اسے اچھا نہیں سمجھتی۔ لیکن اس کے خلاف ہمارے پاس کوئی ٹھوس ثبوت نہیں۔ ڈکی نے اس سے پوچھ گچھ کی تھی۔ اس نے سارا آفس سر پر اٹھا لیا

اور اس سے لاعلمی ظاہر کی کہ اس قسم کی کوئی حرکت آفس کے ذریعہ ہو رہی ہے۔"

"ہاں....!" فریدی سر ہلا کر بولا۔ "اسے ثابت کرنے میں یقیناً دشواریاں آئیں گی۔ لیکن مسٹر ڈکسن کو شبہ کیسے ہوا تھا۔"

"انہوں نے ایک دن آفس میں ایک جگہ تین پیکٹ رکھے دیکھے تھے۔ انہوں نے ان کو اٹھا کر دیکھا تھا اور پھر وہیں رکھ دیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ پھر وہاں سے گذرے لیکن پیکٹ وہاں نہیں تھے۔ البتہ لکڑی کی شلف پر تھوڑا سا سفید رنگ کا سفوف بکھرا ہوا نظر آیا۔ انہوں نے اسے سمیٹ کر محفوظ کر لیا.... اور پھر اس کا تجزیہ کرانے کے لئے ایک ایکسپرٹ کے پاس بھیج دیا۔ رپورٹ آئی تو وہ کوکین نکلی....!"

"مگر انہوں نے اسے ایکسپرٹ کے پاس کیسے بھیج دیا تھا۔ اگر انہیں پہلے ہی سے شبہ نہیں تھا۔ دن بھر میری نظروں سے مختلف قسم کے سفوف گذرتے ہیں۔ لیکن میں انہیں ایکسپرٹ کے پاس نہیں بھیجتا۔ آپ میرا مطلب سمجھ رہی ہیں نا! یعنی ان پیکٹوں پر نظر پڑنے سے پہلے ہی انہیں شبہ رہا ہوگا۔ دراصل میں اسی شبہ کی وجہ معلوم کرنا چاہتا ہوں۔"

"خدا بہتر جانتا ہے اس کے بارے میں انہوں نے مجھے کچھ نہیں بتایا۔ جہاں تک میرے علم میں ہے آپ کو ضرور بتاؤں گی، حالانکہ ڈکی کو معلوم ہو جائے کہ میں یہاں ہوں اور آپ سے اس مسئلہ پر گفتگو کر رہی ہوں تو یہیں آکر مجھے گولی مار دے گا۔"

"آخر کیوں؟ پھر وہ مجھ سے کیوں ملنا چاہتے تھے۔"

"اسی مسئلہ پر گفتگو کرنے کے لئے۔ مگر پچھلی رات وہ جنگلی سور کی تصویر تین ماہ بعد پھر اچانک ان کے سامنے آئی تھی اور انہوں نے خوفزدہ ہو کر ارادہ ملتوی کر دیا تھا۔ اوہ کرنل میں کیا بتاؤں یہ جنگلی سور ڈکی کے اعصاب پر چھا کر رہ گیا ہے۔ جن دنوں ایکسپرٹ کی رپورٹ آئی تھی ڈکی نے سارا آفس سر پر اٹھا لیا تھا۔ لیکن ایک صبح جب وہ سو کر اٹھے تو انہوں نے دیکھا کہ ان کے تکیے میں ایک بڑا خنجر پیوست ہے اور اس کے قریب ہی ایک لفافہ ملا، جس پر جنگلی سور کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ لفافہ چاک کر کے انہوں نے تحریر نکالی اور اسی تحریر نے انہیں اس معاملہ میں بے حد ڈرپوک بنا دیا۔ کسی نامعلوم آدمی نے لکھا تھا کہ ڈکی کوکین کے معاملہ میں اپنی زبان بند رکھے۔ وہ آفس میں کسی پر بھی جرم ثابت نہیں کر سکے گا۔ اگر اس نے زبان بند نہ کی تو اتنی ہی آسانی سے

قتل کر دیا جائے گا جتنی آسانی سے اس کے تکیے میں خنجر پیوست کیا گیا ہے۔ یہ بھی لکھا گیا تھا کہ وہی خنجر اس کے سینے میں اتار دینے میں کون سی دشواری پیش آتی.... اس کے بعد ڈکی نے سچ مچ خاموشی اختیار کر لی.... مگر وہ شدت سے بور رہتا تھا کیونکہ اس کی دانست میں وہ گندا بزنس اب بھی جاری ہے۔ اسے اپنی بدنامی کا بڑا خیال رہتا ہے کرنل۔ وہ کہتا ہے اگر کبھی پولیس اس راہ پر آ گئی تو کیا ہوگا۔ کون یقین کرے گا کہ اس کے آفس سے ایک بزنس ہو رہا ہے اور اسے خبر نہیں ہے۔ دنیا یہی سمجھے گی کہ وہ خود ہی اس کا ذمہ دار ہے۔"

"قدرتی بات ہے مسز ڈکسن۔" فریدی سر ہلا کر بولا۔ "غالباً انہوں نے قتل کر دیئے جانے کے خوف سے پولیس کو اس کی اطلاع نہیں دی تھی۔"

"جی ہاں....!"

"پورٹ اور لیجئے.... تکلف کی ضرورت نہیں۔"

"شکریہ....!" فدیلی نے دوبارہ شراب انڈیلتے ہوئے کہا۔ "اب میں ان کی لاعلمی میں یہاں آئی ہوں۔"

"میں ہر امکانی کوشش کروں گا مسز ڈکسن....!"

"کسی طرح سے خوف ان کے دل سے نکال دیجئے۔ ان کی صحت بہت گرتی جا رہی ہے۔"

"ایسے حالات پیدا کئے جائیں گے کہ وہ خوفزدہ ہونا چھوڑ دیں۔"

"اچھا تو پھر اب اجازت دیجئے۔ میں زیادہ دیر تک ان کے پاس سے غیر حاضر نہیں رہ سکتی۔ آج کل وہ ہر وقت مجھے اپنے ساتھ رکھتے ہیں۔"

"بہتیرے سوالات مجھے اس سلسلہ میں کرنے تھے۔ خیر پھر سہی۔"

فدیلی.... گلاس خالی کر کے اٹھتی ہوئی بولی۔ "لیکن اس سوال کا جواب وہی دے سکیں گے کہ انہیں پہلے پہل کس بناء پر شبہ ہوا تھا۔"

"خیر میں اسے بھی دیکھوں گا....!" فریدی نے کہا اور اسے رخصت کرنے پورچ تک آیا۔ پھر اندر آ کر اس نے اس ملازم کو طلب کیا جس سے کافی کے لئے کہا تھا اور جو فدیلی کے لئے شراب لایا تھا۔

"کیوں بھئی....!" اس نے ہنس کر کہا۔ "کیا آج تم لوگوں نے طے کر لیا ہے کہ مجھے بھوکا

مار ڈالو.... میں نے تم سے کافی کے لئے کہا تھا۔"

ملازم کے چہرے کا رنگ اڑ گیا اور وہ خوفزدہ سی آواز میں بولا۔ "بھول گیا تھا۔"

"ارے.... تو اس طرح کانپنے کی کیا ضرورت ہے.... بھاگو.... جلدی سے لاؤ۔"

کچن میں دوسرے ملازم اس پر برس پڑے۔ فریدی کے سارے ملازمین اس پر جان دیتے تھے اور اگر کبھی کسی سے اس کے معاملے میں کوئی غلطی سرزد ہو جاتی تھی۔ تو خود ہی رو پڑتا تھا.... کیونکہ فریدی نے آج تک کسی ملازم سے تیز لہجے میں بھی گفتگو نہیں کی تھی.... ان کے آرام و آسائش کا خیال رکھتا تھا اگر ان میں سے کبھی کوئی بیمار پڑ جاتا تو خود ہی اس کی دیکھ بھال کرنے کی کوشش کرتا.... اگر کبھی رات گئے کافی کی خواہش ہوتی تو انہیں تکلیف دینے کی بجائے خود ہی کچن میں بھی جاگھستا۔

وہ برآمدہ میں بیٹھا کافی پیتا اور ڈکسن کے معاملات کے متعلق سوچتا رہا۔ کافی ختم کر کے وہ اٹھا.... اور فون پر سارجنٹ رمیش کے نمبر ڈائیل کئے۔

"یس سر....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"میں پیٹر ڈکسن لمیٹڈ کے جنرل منیجر لائبر کے متعلق معلومات چاہتا ہوں۔"

"بہت بہتر جناب.... گیارہ بجے تک میں آپ کو اطلاع دوں گا.... مگر کہاں؟"

"گھر اور آفس دونوں دیکھ لینا۔ اگر یہاں نہ ملوں تو تھری سکس ڈائیل کر کے رپورٹ ڈکٹیٹ کر دینا۔"

تھری سکس دراصل آواز ریکارڈ کرنے کی ایک مشین تھی جس میں فریدی نے اپنی طرف سے کچھ اضافے کر کے اس قابل بنا دیا تھا کہ وہ خود بخود فون کے پیغامات ریکارڈ کر سکے۔

آپ شہر کے کسی گوشے سے کسی فون پر تھری سکس ڈائیل کیجئے، سلسلہ اس ریکارڈنگ مشین سے آملے گا.... یہ مشین اس نے ابھی حال ہی میں لگائی تھی۔

تھوڑی دیر بعد پھر فون کی گھنٹی بجی۔ فریدی آفس جانے کے لئے تیار ہو رہا تھا۔ اس نے ریسیور اٹھایا.... دوسری طرف سے فدیلی بول رہی تھی اور بہت خوفزدہ معلوم ہوتی تھی۔

"اوہ.... کرنل وہ لوگ بھوت ہیں.... خدا کے لئے کچھ کیجئے.... لیکن یہاں نہ آیئے گا۔"

"میں نہیں سمجھا.... کیا بات ہے۔"

"میں جب واپس آئی تو وہ اپنی خواب گاہ میں اوندھے پڑے ہوئے تھے۔ ان کی پیٹھ ننگی تھی اور جگہ جگہ لمبے لمبے نیلے رنگ کے نشانات تھے۔ ایسا لگتا ہے جیسے کسی ظالم نے ان پر چابک برسائے ہوں۔ وہ بیہوش ہیں اور ان کے داہنے ہاتھ کے نیچے سے ایک کارڈ برآمد ہوا ہے جس پر وہی منحوس تصویر ہے اور پشت پر تحریر ہے۔ 'فدیلی کے لئے تنبیہہ' اب بتایئے.... میں کیا کروں.... مگر آپ خدا کے لئے یہاں نہ آیئے گا۔ ورنہ پتہ نہیں کیا ہو۔"

"اچھا اچھا.... میں کوئی دوسرا انتظام کرتا ہوں۔ آپ مطمئن رہئے۔" فریدی نے سلسلہ منقطع کر دیا۔ چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر لیڈی انسپکٹر ریکھا کے نمبر ڈائیل کئے۔

"اوہ.... آپ....!" دوسری طرف پُر اشتیاق آواز آئی۔ "کہئے آج میں کیسے یاد آئی۔"

"کام....!" فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔

"فرمایئے....!"

"پیٹر ڈکسن لمیٹڈ والے ڈکسن کو جانتی ہو۔"

"جی ہاں....!"

"تمہیں اس کی بیوی فدیلی سے ملنا ہے۔ لیکن ملازموں پر یہ نہیں ظاہر کرو گی کہ تم کون ہو۔ خود فدیلی سے بتانا کہ تمہیں میں نے بھیجا ہے۔"

"پھر کیا کرنا ہوگا....!"

"صرف اس کے شوہر ڈکسن کی پیٹھ پر چابک کے نیلے نشانات دیکھنے ہوں گے۔"

"میں نہیں سمجھی۔"

"مجھے حیرت ہے کہ تم نیلے نشانات نہیں سمجھتیں۔ جلدی کرو۔ میں آدھے گھنٹے تک تمہارے اس جواب کا انتظار کروں گا کہ نشانات ہیں یا نہیں ہیں۔"

فریدی نے دفتر جانا کچھ دیر کے لئے ملتوی کر دیا تھا۔ وہ یہیں ریکھا کے جواب کا انتظار کرنا چاہتا تھا۔

ٹھیک آدھے گھنٹے بعد فون کی گھنٹی بجی.... دوسری طرف سے ریکھا بول رہی تھی۔

"میں نے بہت کوشش کی کہ فدیلی تک پہنچ جاؤں.... مگر نہیں پہنچ سکی۔ وہ برابر یہی کہلواتی رہی کوئی بھی ہو میں اس وقت نہیں مل سکتی۔ البتہ ایک نوکر سے یہ معلوم ہوا تھا کہ ڈکسن

کی طبیعت بہت خراب ہو گئی ہے اور اس کی خواب گاہ میں شہر کے چھ بڑے ڈاکٹر موجود ہیں۔"

"اچھی بات ہے۔" فریدی نے ایک طویل سانس لے کر کہا "شکریہ"

اور سلسلہ منقطع کر دیا اس کی پیشانی پر شکنیں نظر آ رہی تھیں۔

چچی کی کہانی

ایگل بیچ .... تار جام سے ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر سمندر کے کنارے ایک مشہور تفریح گاہ تھی۔ یہاں پانی زمین کو اس طرح کاٹ کر اندر تک چلا آیا تھا کہ ایک اڑتے ہوئے عقاب کی شکل بن گئی تھی.... اسے عقاب کی شکل بنانے میں اس چٹان کا بڑا حصہ تھا، جو خشکی سے الگ پانی میں ایک جگہ ابھری ہوئی تھی۔ یہی چٹان اس آبی اور خاکی عقاب کا سر معلوم ہوتی تھی۔ بہر حال عقاب سے مشابہت رکھنے ہی کی بناء پر اس حصہ کا نام ایگل بیچ پڑ گیا تھا۔

یہاں دور دور تک چھوٹی چھوٹی عمارتوں کی ایک قطار تھی، جن میں شہر سے آنے والے دو چار دن قیام کر کے یہاں کی تفریحات میں حصہ لیا کرتے تھے۔ انہیں عمارتوں میں گرین ہٹ بھی تھا۔ یہ کرنل فریدی کی ملکیت تھی لیکن یہاں عموماً قفل ہی لٹکتا ہوا دیکھا جاتا تھا.... شائد آس پاس والوں کو بھی اس کا علم نہیں تھا کہ یہ عمارت کس کی ہے۔ ویسے یہاں ایک چوکیدار ہمیشہ رہا کرتا تھا جسے ماہ بماہ تنخواہ ملتی تھی اور اکثر وہ چوری چھپے اس عمارت کو کرائے پر بھی اٹھا دیا کرتا تھا۔

حمید پچھلی رات اس لڑکی کو یہیں لایا تھا اور وہ دونوں الگ الگ کمروں میں سوئے تھے۔ نہ حمید نے اسے اپنے بارے میں کچھ بتایا تھا اور نہ وہی کھلی تھی۔

صبح کو حمید نے ایگل بیچ کے پوسٹ آفس سے فریدی کو فون کیا تھا اور پھر گرین ہٹ میں واپس آ گیا تھا۔ ناشتہ بیچ کے ایک ریستوران سے ہٹ ہی میں منگوالیا گیا۔

اور ناشتے کے دوران میں وہ لڑکی پھٹ پڑی۔

"میں نہیں سمجھ سکتی کہ تم کس قسم کے آدمی ہو۔"

"کیوں....؟" حمید نے بڑی معصومیت سے پوچھا۔

"نہ تم نے ابھی تک اپنے متعلق بتایا ہے اور نہ میرے بارے میں کچھ پوچھا ہے۔ حتیٰ کہ میرا

نام تک جاننے کی کوشش نہیں کی۔"

"کیوں پڑوں اس چکر میں جب کہ تم میرے احساسات کی پرواہ نہیں کرتیں۔"

"کیا مطلب! میں نہیں سمجھی۔"

"اگر اپنے پیٹ پر کپڑا لپیٹے رہا کرو تو کیا حرج ہے۔"

لڑکی کا منہ بگڑ گیا۔ ساری پر اس نے وہی ڈیڑھ بالشت کا بلاؤز پہن رکھا تھا جس میں پیٹ اور کمر ڈھانپنے کی صلاحیت نہیں ہوتی۔

"دیکھو ہنی....!" حمید نے سنجیدگی سے کہا۔ "اگر تم اپنے اس کھلے ہوئے پیٹ پر کھریا مٹی اور گیرو سے پھول پتیاں بنالو یا آڑی ترچھی لکیریں کھینچ لو تو میں تمہیں زدلونسل کی کوئی عورت سمجھ کر برداشت کرلوں گا.... مگر ایسی صورت میں....!"

"خاموش رہو۔" وہ جھلا گئی۔

"اب تم اپنا صحیح نام نہ بتا سکو گی کیونکہ غصہ میں ہو! ورنہ معمولی حالات میں مجھے رام رکھی یا اللہ دئی سے دوچار ہونا پڑتا.... غصے میں آدمی ہمیشہ سچ ہی بولتا ہے۔"

لڑکی نے ناشتے سے ہاتھ کھینچ لیا۔

"اب میں تمہیں جان سے مار دوں گی یا خودکشی کرلوں گی۔" وہ غرائی۔

"پہلے خودکشی کرلو.... پھر مجھے بھی مار دینا تاکہ تمہیں مرتے ہوئے بھی دیکھ لوں۔ تمہاری زندگی نے تو کافی سبق دیا ہے.... دس ہزار کی سل چھاتی پر رکھنی پڑی ہے۔"

"بکواس ہے.... میں اسے نہیں تسلیم کرسکتی۔"

"میں دس بج کر بیس منٹ پر ہڈسن بینک میں ڈاکہ ڈالنے والا تھا.... وہاں کل ہی ایک بہت بڑی رقم اسٹرونگ روم میں رکھی گئی تھی! کم از کم دس ہزار میرے حصے کے ہوتے۔ میرے دوسرے ساتھی میرا انتظار کرکے واپس گئے ہوں گے۔"

"کیوں کیا تم ان میں کوئی خاص اہمیت رکھتے ہو۔"

"کیوں نہیں، میں سیف توڑنے کا ماہر ہوں.... کیا تم نے ڈاکٹر زینو کا نام کبھی نہیں سنا۔"

"نہیں....!" لڑکی نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"تب تم معمولی ہی قسم کی چوریوں چکاریوں میں ملوث رہی ہوگی۔ ڈاکٹر زینو ان لوگوں میں پوجا

جاتا ہے جن کی انگلیاں ٹریگر پر پہنچ کر رکنا نہیں جانتیں۔"

"تم مجھے خواہ مخواہ مرعوب کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔"

"اگر چاہتا تو رات سے اب تک تمہیں تل کر کھا گیا ہوتا.... مرعوب کرنے سے میرے مونچھیں اُگ آئیں گی کیوں؟"

"اب تم میرے کان کھا رہے ہو۔"

"اٹھو شہزادی صاحبہ اور یہاں سے نکل جاؤ.... گھٹیا قسم کی سوسائٹی مجھے پسند نہیں ہے۔ رات سے اب تک نہ جانے کس طرح تمہیں برداشت کیا ہے۔ اب کہو کہ میرا نام دردانہ ہے اور میرا سلسلہ نسب ٹرکی کے کسی سلطان سے ملتا ہے۔"

"تم کمینے ہو.... سور ہو۔" وہ رو دینے والی آواز میں چیختی ہوئی اٹھی اور دوسرے کمرے میں چلی گئی۔

حمید نہایت اطمینان سے کافی پیتا رہا۔ کافی ختم کر کے اس نے پائپ سلگا لیا اور ہلکے ہلکے کش لینے لگا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کہیں یہ اسی گروہ سے تو نہیں کٹی جو آج کل اعلیٰ پیمانے پر منشیات کی غیر قانونی تجارت کر رہا تھا.... پھر.... اگر ایسا ہے تو یہ لڑکی کام کی ثابت ہو سکتی ہے۔ مگر وہ تو چاہتا تھا کہ وہ خود ہی اپنی کہانی بیان کر دے اور یہ اسی صورت میں ممکن تھا جب وہ اس پر اعتماد کر لیتی۔ اگر وہ اسے اس پر مجبور کرتا تو بے اعتمادی بڑھنے ہی کے امکانات پیدا ہو جاتے کیونکہ اُسے بات ہی سے شبہ تھا کہ وہ اسی گروہ سے تعلق رکھتی ہے جس گروہ کے چند آدمیوں نے اسے پکڑنا چاہا تھا۔

حمید یہ بھی سوچ رہا تھا کہ کہیں یہ اسی کے لئے کسی قسم کا جال نہ بچھایا گیا ہو.... یہ بھی ممکن تھا کیونکہ اس سے پہلے بھی کئی بار وہ ایسے واقعات سے دوچار ہو چکا تھا۔

"تم مجھے بھگانا چاہتے ہو۔" دوسرے کمرے سے آواز آئی۔ "میں ہرگز نہیں جاؤں گی۔"

"تو پھر میرے چچا سے شادی کر لو تاکہ میں تمہیں ہمیشہ چچی کہہ سکوں۔"

"خاموش رہو۔" وہ حلق کے بل چیخی اور کھڑکی کے پاٹ بڑی تیز آواز کے ساتھ بند ہو گئے۔

حمید بیٹھا مسکراتا رہا۔ اس کی تدبیر کارگر ہو رہی تھی۔ لڑکی کے ٹائپ کا اندازہ اس نے بخوبی لیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اس کا ذہن جھلاہٹ اور بے بسی کا شکار ہوئے بغیر اسے سچ نہیں بولنے دے گا۔

تھوڑی دیر بعد وہ پھر باہر نکلی۔ چند لمحے اسے غصیلی نظروں سے گھورتی رہی اور پھر بولی۔

"کیا تم مجھے جاہل سمجھتے ہو.... میں گریجویٹ ہوں۔"

"میں بھی میٹرک فیل نہیں ہوں سوئٹی! تمہیں گھنٹوں میتھو آرنالڈ اور ملٹن کی شاعری کا فرق سمجھا سکتا ہوں اور یہ ثابت کر سکتا ہوں کہ اردو کے میرحسن انگریزی میں چاسر تخلص کرتے تھے۔"

"تم مجھے پاگل کر دو گے۔" وہ بید کی کرسی میں گرتی ہوئی تھکی تھکی سی آواز میں بولی۔ "کیا یہ ممکن نہیں کہ ہم سمجھوتہ کر لیں.... میں محسوس کر رہی ہوں کہ ہم دونوں ایک دوسرے کے لئے مفید ہو سکتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔" حمید نے لاپروائی سے کہا۔ "مگر سمجھوتے سے پہلے تمہیں وعدہ کرنا پڑے گا کہ اب تم اپنا پیٹ بند ہی رکھو گی....!"

بند رہے گا....!" وہ آنکھیں نکال کر اور دانت پیس کر چیخی۔

"اوہ.... تم بُرا مان گئیں....!" حمید اٹھتا ہوا بولا.... اور کمرے میں ٹہلنے لگا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ کسی گہری سوچ میں ہو پھر وہ اس کے قریب رکا اور اس کے شانوں پر دونوں ہاتھ ٹیک کر جھکتا ہوا آہستہ سے بولا۔ "تمہارا چہرہ مجھے یونان کی اس قدیم شاعرہ کی یاد دلاتا ہے جس نے ایک لڑکی کے عشق میں مبتلا ہو کر خودکشی کر لی تھی.... تم بہت حسین ہو.... مگر میری نظریں چہرے سے نیچے سفر کرنے سے ڈرتی ہیں۔"

"ہٹو اُدھر....!" لڑکی نے اسے پرے جھٹک دیا۔ "میرے پاس یہاں کوئی ایسا لباس نہیں ہے جس سے میں تمہاری آنکھیں پھوڑ سکوں۔ مجھے تار جام لے چلو میں وہاں فراکیں اور شلواریں خریدوں گی۔"

"جیو.... عرصہ تک جیتی رہو.... لمبا فراک اور شلوار میرے پسندیدہ ترین لباس ہیں۔"

"اس کے باوجود بھی تم پتلون اور قمیض میں نظر آتے ہو۔" لڑکی بے تحاشہ ہنس پڑی۔

"مزید جیو! یہ جملہ تھا جی خوش کرنے والا.... اب اپنا نام بھی بتا دو۔"

"راحیلہ....!"

"نہیں.... تم سچ نہیں بول رہیں۔"

"ہاں یہ نام میں نے خود ہی اختیار کیا ہے۔ اس نام کی توہین کرنا نہیں چاہتی جو میر

والدین نے رکھا تھا۔"

"چلو فکر نہ کرو.... یہ نام بھی بُرا نہیں ہے۔"

"مجھے ایک ایسے ساتھی کی ضرورت ہے جو میری مدد کر سکے۔"

"کوئی لمبا شکار ہے۔" حمید نے اپنی بائیں آنکھ دبائی۔

"نہیں یہ ایک انتقامی کاروائی ہے۔ ویسے ہو سکتا ہے کہ کسی بڑی رقم پر بھی ہم ہاتھ مار سکیں، مگر یہ حالات پر منحصر ہے۔ وہ شکاری کتوں کی طرح چاروں طرف میری بو سونگھتے پھر رہے ہیں۔ پچھلی رات میں نے ان کی ایک اسکیم خاک میں ملانے کی کوشش کی تھی، لیکن کامیاب نہ ہوئی اور پھر مجھے بھاگنا پڑا۔"

"کیا یہ کوئی گروہ ہے۔" حمید نے پوچھا۔

"ایک بہت بڑا اور منظم گروہ.... جو منشیات کی ناجائز تجارت کرتا ہے۔"

"اچھا تو پھر.... تم اس سے کیوں انتقام لینا چاہتی ہو۔"

"کیونکہ میں اپنی خوشی سے اس گروہ کے چکر میں نہیں پھنسی تھی۔ مجھے زبردستی گھسیٹا گیا تھا۔ کیا تم شروع سے میری کہانی سننا پسند کرو گے۔"

"یقیناً....!" حمید نے پائپ سلگاتے ہوئے کہا۔

وہ تھوڑی دیر تک خاموش رہی اور پھر بولی۔ "میں یہاں فلم آرٹسٹ بننے کے لئے آئی تھی.... ایک ڈائرکٹر صاحب سے ملاقات ہوگئی انہوں نے مجھے خوب چکر دیئے۔ جب تک مجھ میں ان کے لئے دلکشی رہی میری کفالت بھی کرتے رہے، اس کے بعد انہوں نے اپنا راستہ لیا.... پھر مجھے پیٹ پالنے کے لئے ایک اسٹوڈیو میں اکسٹرا کی حیثیت سے رہنا پڑا.... میرے خدا وہ کتنی گھناؤنی زندگی تھی۔ کہنے کو آکسٹرا لڑکیاں اسٹوڈیو سے تنخواہ پاتی ہیں اور لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کا اس کے علاوہ اور کوئی مصرف نہیں ہے کہ فلم بنانے والے انہیں کرائے پر حاصل کریں لیکن کیا تم یقین کرو گے کہ وہ فلموں میں کام کرنے کے علاوہ یوں بھی کرایہ پر چلائی جاتی ہیں اور اس کی ساری آمدنی بھی اسٹوڈیو والے کی جیب میں جاتی ہے.... جب کسی پروڈیوسر کو فائننسر نہیں ملتا تو وہ بہترین قسم کی اکسٹرا لڑکیاں ساتھ لیکر سیٹھوں کے دفتروں کے چکر کاٹنا شروع کر دیتا ہے۔"

"میں سب جانتا ہوں۔" حمید ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "مجھے یہ بتاؤ کہ تم اس گروہ کے چکر میں کیسے

آئی تھیں۔"

"میں اکسٹرا والی زندگی سے تنگ آگئی تھی.... اسی دوران میں مجھے ایک فرشتہ مل گیا۔ بالکل ایسا ہی جیسے تم ہو۔"

"کیوں.... تم نے میری مثال کیوں دی۔"

"وہ بھی تمہاری ہی طرح خود کو عورتوں سے لاپرواہ ظاہر کرتا تھا اور میری مدد کرنا چاہتا تھا۔ بے غرض ہو کر....!"

"میں نے ابھی تک تم سے یہ تو نہیں کہا کہ میں بے غرض ہو کر تمہاری مدد کروں گا۔" حمید نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"لیکن مجھ سے لاپرواہی تو ظاہر کرتے ہو۔"

"وہم ہے تمہارا.... نہ میں نے لاپرواہی ظاہر کی ہے اور نہ یہی سوچا ہے کہ تمہارے بغیر زندہ رہنے کا ارادہ ترک کردوں.... قصور تمہارا نہیں! بلکہ اس ماحول کا ہے جس میں تم اب تک رہی ہو۔ جہاں عورت سیب کا مربہ سمجھی جاتی ہے.... اور اس کا مصرف یہی ہوتا ہے....!"

"بس بس.... تم لٹیرے ہو پیارے.... لیڈر نہیں.... کوئی تقریر نہ چھیڑو میں نے وہ بات بس یونہی کہہ دی تھی۔ میرا خود ہی دل چاہتا ہے کہ تم پر اعتماد کرلوں۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ وہ بُرا سا منہ بنائے ہوئے دوسری طرف دیکھ رہا تھا۔

"پھر میں اس آدمی کے ساتھ اسٹوڈیو سے نکل گئی! اب میں تفصیل میں نہیں جانا چاہتی کہ وہ کتنا شریف آدمی ثابت ہوا تھا۔ اس کے ذریعہ میں اس گروہ تک پہنچی۔ کچھ دنوں تک بے دلی سے ان کے لئے کام کرتی رہی۔ پھر میں نے ایک فیصلہ کیا.... کام تو کرنا ہی پڑتا تھا۔ انہوں نے ایسے شکنجوں میں جکڑا تھا مجھے کہ میں انہیں چھوڑ ہی نہیں سکتی تھی.... میں یہ بھی سوچ رہی تھی کہ موجودہ زندگی پچھلی زندگی سے کہیں زیادہ خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ کبھی پولیس مخالفت پر ہی اتر آئے تو پھر اس صورت میں کیا ہوگا.... شائد گروہ پاتال میں بھی سر نہ چھپا سکے۔"

راحیلہ خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگی تھی۔ حمید دوبارہ پائپ میں تمباکو بھر رہا تھا کچھ دیر بعد اس نے پوچھا۔ "وہ کون سی مجبوریاں تھیں، جنہوں نے تمہیں ان کے چکر میں جکڑ رکھا تھا۔"

"وہی بتانے جارہی ہوں.... یعنی میں ان سے پیچھا چھڑانے کے لئے پولیس سے بھی فریاد

نہیں کر سکتی تھی کیونکہ صرف مجھے ہی جیل کی ہوا کھانی پڑتی.... اس سے پہلے بھی بارہا کئی آدمیوں نے ان سے ٹوٹ کر پولیس سے ملنے کی کوشش کی تھی لیکن صرف وہی جیلوں میں نظر آئے تھے گروہ بدستور کام کرتا رہا تھا۔"

"گویا.... پولیس بھی اس گروہ سے ملی ہوئی ہے۔"

"پھر اس کے علاوہ اور کیا کہو گے۔"

"تمہیں کسی بڑے آفیسر کے پاس جانا چاہئے تھا۔"

جواب میں راحیلہ نے ایک ہذیانی سا قہقہہ لگایا اور دیر تک ہنسی رہی۔ پھر بولی۔ "کئی بار بڑے بڑے آفیسروں کے پاس جا چکی ہوں اور پوری پوری راتیں گذاری ہیں۔"

"کیا مطلب....!"

"اب تم اتنے ننھے نہیں ہو کہ تمہیں مطلب بھی سمجھایا جائے۔" وہ ناخوشگوار لہجے میں بولی۔

حمید سنبھل گیا شائد اس سے بے خبری میں آفیسر پن کا اظہار ہونے لگا تھا.... وہ سر ہلا کر خاموش ہو گیا۔

"ایک میں ہی نہیں ان کے پاس درجنوں پڑھی لکھی اور حسین لڑکیاں ہیں جنہیں وہ خود ہی آفیسروں کے پاس بھیج دیتے ہیں.... اب بتاؤ.... کیا پھر میں اللہ میاں سے فریاد کرتی۔"

"حمید اس کے اس طنز پر کٹ کر رہ گیا لیکن زبان سے کچھ نہیں نکلنے دیا۔

دفعتاً وہ بہت زیادہ غصے میں نظر آنے لگی اور اس نے دانت پیس کر کہا۔

"چیونٹی بھی ایک دن خطرناک ہو سکتی ہے اب میں تنہا ان کے مقابلہ پر آ گئی ہوں۔ خود ہی سمجھ بوجھ لوں گی۔ اب تک ان کی لاکھوں روپے کی کوکین نالی میں بہا چکی ہوں.... ابھی تک یہ سب کچھ چوری کرتی رہی ہوں۔ مگر پچھلی رات انہوں نے مجھے دیکھ ہی لیا۔ ظاہر ہے کہ اب میں ن میں واپس نہیں جا سکتی.... ہاں تو لطیفہ دراصل یہ ہوا ہے کہ اب محکمہ سراغ رسانی کو بھی اس وہ کا علم ہو گیا ہے اور اس کی وجہ میں ہی بنی ہوں۔ کئی دنوں سے میں وہ سارا اسٹاک تباہ کرتی رہی نی، جو شہر میں تقسیم کے لئے لایا جاتا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تین چار دن تک نشہ بازوں کا نشہ ھڑا رہا.... یہ تو تم جانتے ہی ہو کہ کوکین بڑے ہی آدمیوں کا نشہ ہے۔ لہٰذا کوئی بڑا آدمی تین ردن کوکین نہ ملنے پر جھلا گیا اور محکمہ سراغ رسانی کو کھڑکھڑا کر رکھ دیا کہ اس کی موجودگی میں

شہر میں کوکین کی اعلیٰ پیمانے پر تجارت ہو رہی ہے اور محکمے نے آنکھوں پر پٹیاں باندھ رکھی ہیں۔"

"آہا....!" حمید حیرت سے بولا۔ "بڑی خطرناک معلوم ہوتی ہو۔"

"خدا کی قسم بڑی معصوم اور بیوقوف لڑکی تھی۔ صرف فلم آرٹسٹ بننے کا شوق تھا۔ لیکن لوگوں نے مجھے جہنم کی رقاصہ بننے پر مجبور کر دیا۔ میں تہیہ کر چکی ہوں کہ اس گروہ کو خاک میں ملادوں گی۔ اس سلسلہ میں رقومات جتنی بھی وصول ہوں سب تمہاری۔ اگر ان کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھوں تو گولی مار دینا۔ آج کل ویسے بھی گروہ کی ہوا بگڑی ہوئی ہے۔ ہم اس ہیجان میں بڑا اچھا شکار کریں گے۔"

"کیوں؟ گروہ کی ہوا کیوں بگڑی ہوئی ہے۔" حمید نے پوچھا۔

"وہ صرف محکمے کے بلڈانگ سے ہمیشہ خائف رہے ہیں انہیں ہمیشہ ہیڈ کوارٹر سے اس کی ہدایت بھی ملتی رہتی تھی کہ وہ صرف بلڈانگ کی نظروں میں آنے سے بچیں۔"

"بلڈانگ کون....!"

"کرنل فریدی....!"

"ارے باپ رے۔" حمید یک بیک اچھل پڑا اور وہ بے تحاشہ ہنسنے لگی۔

"کیوں کیا ہوا....!"

"کرنل.... فریدی....!" حمید گھٹی گھٹی سی آواز میں بولا۔ "اس سے تو میں ہمیشہ چار میل کے فاصلے پر رہتا ہوں۔"

"ارے تم ڈر گئے۔"

"دیکھو.... اگر کرنل فریدی بھی ان لوگوں کے چکر میں ہے تو پھر شائد میں تمہارا ساتھ دے سکوں۔"

"ارے جاؤ بس دھری رہ گئی ساری طراری۔"

"ٹھیک ہے، مگر میں احمق نہیں ہوں...." حمید کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "اچھا ایک شرط ہے مجھے مشورے ضرور دو گی لیکن میں تمہارا پابند نہیں ہوں گا۔"

"کیا مطلب....!"

"میں گروہ کا قلع قمع کرنے کے سلسلہ میں وہی کروں گا جو میرا دل چاہے گا۔"

"یہ نہیں ہو سکتا۔ ممکن ہے تم انہیں بلیک میل کرنے لگو.... مگر میں اس پر تیار نہیں۔ میں تو انہیں جہنم رسید کرنا چاہتی ہوں۔"

"بلیک میلنگ چور اور نکمے کرتے ہوں گے میں ڈاکو ہوں.... سوئی.... چھین کر کھانے والا.... میں ان کے ذخیروں پر ڈاکے ڈالوں گا.... مثال کے طور پر اگر تم مجھے ان کے ہیڈ کوارٹر کا پتہ بتادو۔"

"یہی تو آج تک نہیں معلوم ہو سکا۔ تقسیم کاروں میں سے کوئی بھی نہیں جانتا کہ ہیڈ کوارٹر کہاں ہے۔"

"تب تو تھوڑی محنت بھی کرنی پڑے گی۔" حمید نے کہا اور کچھ سوچنے لگا۔

"جس حلقہ میں.... میں تھی.... وہاں کے سارے تقسیم کاروں سے میں واقف ہوں اور اس حلقے کا ذخیرہ بھی میرے علم میں ہے۔"

"چلو تو پھر پہلے وہیں ہاتھ ماریں گے۔" حمید نے کہا۔ "اس کے بعد ہیڈ کوارٹر کی تلاش تو جاری ہی رہے گی۔ میں کہتا ہوں رقومات وہیں جمع ہوتی ہوں گی۔ ارے ہاں.... پچھلی رات تم نے کسی جنگلی سور کا تذکرہ بھی تو کیا تھا۔"

"جنگلی سور گروہ کا نشان ہے۔" لڑکی بولی۔

"اب میرے ذہن میں ایک تجویز ہے۔ ہم لوگ شہر واپس چلیں.... میں تار جام جارہا ہوں.... وہاں سے تمہارے لئے کچھ ریڈی میڈ کپڑے اور ایک برقعہ لاؤں گا۔ تاکہ تم گروہ کی نظروں سے محفوظ رہ سکو۔ پھر شہر پہنچ کر میں تمہیں بتاؤں گا کہ کتنی شاندار اسکیم ہے میرے ذہن میں.... کھلے عام نکلو گی تم باہر، لیکن کوئی تمہیں پہچان نہ سکے گا۔"

لڑکی نے اس اسکیم کی نوعیت معلوم کرنی چاہی.... لیکن حمید اسے کوئی جواب دیئے بغیر تار جام چلا گیا۔

پٹنے والے

کرنل فریدی آفس پہنچ کر کوٹ اتار رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کیپٹن

حمید کی کال ریسیو کی۔

"کہو.... تمہاری چچی اب کیسی ہیں۔" فریدی نے مسکرا کر پوچھا۔

"چچی.... کالڑکا....!" حمید نے تصحیح کی اور تھوڑے توقف کے ساتھ بولا۔

"آنکھیں ابھی تک ویسی ہی ہیں.... ویسے آپ یہ نہ سمجھئے گا کہ میں کام سے غافل ہوں کام تو ایسے سرانجام دیئے ہیں میں نے کہ بڑے بڑوں کو پسینہ آجائے۔"

"خوب.... کیا یہ چچی تمہیں پٹرول پلا رہی ہیں۔"

"آپ مذاق سمجھتے ہیں۔ اچھا بتایئے.... اس گروہ نے شہر کو کتنے حلقوں میں بانٹ رکھا ہے۔"

"مجھے حلقوں کی پرواہ نہیں.... میں سرغنہ کی فکر میں ہوں۔"

"آپ کو فکر نہ ہو، مجھے تو ہے.... خیر.... اچھا! گروہ کا امتیازی نشان کیا ہے۔"

"تمہاری تصویر استعمال کر رہے ہیں وہ لوگ۔"

"کیا مطلب....!"

"وہی جو تم مجھے بتانا چاہتے ہو۔"

"جنگلی سور....!"

"میں نے غلط تو نہیں کہا تھا۔" فریدی مسکرا کر بولا۔

"اچھا تو میں نے، جو معلومات حاصل کی ہیں وہ سب فضول ہیں۔"

"میں یہ کب کہتا ہوں.... ویسے تم اپنی چچی کے متعلق زیادہ سے زیادہ گفتگو کرو۔"

"کیا مطلب....!"

"میرا خیال ہے کہ آج کل پھر تمہارے سر پر چھپکلی کا سایہ ہو گیا ہے۔ ہوشیار رہنا ہاں ز تمہاری چچی۔"

"چچی کی ایسی کی تیسی آخر آپ کھل کر گفتگو کیوں نہیں کرتے۔"

"چچی کے ساتھ ایک ہفتہ گذار کر واپس آجاؤ پھر میں بہت زیادہ کھل کر گفتگو کروں گا... ہاں آتے وقت انکے لڑکے کو سمندر ہی میں پھینکتے آنا.... ورنہ وہ تم دونوں کی زندگی تلخ کر دے گا۔"

"آہا سمجھا...." حمید کا لہجہ ناخوشگوار تھا۔ "آپ اب میری بھی نگرانی کرانے لگے ہیں۔"

"خود ہی تم نے اگل دی سچی بات.... نہیں میرے پاس اتنے فالتو آدمی نہیں ہیں کہ تم جیسے

گدھوں کی نگرانی کراتا پھروں.... وہ لڑکی کون ہے۔"

"آپ خواہ مخواہ پریشان ہو رہے ہیں۔ اب کیا مجھے اتنا بھی حق نہیں ہے کہ میں ایک آدھ ہفتے کی چھٹی لے سکوں۔ میری کئی ماہ کی چھٹیاں ڈیو....!"

"تمہاری کوئی چھٹی ڈیو نہیں ہے۔ ساری چھٹیاں تاریک وادی کے سفر میں کام آگئی تھیں۔"

"شام تک تمہاری واپسی ضروری ہے۔ مگر تمہیں جنگلی سور کے متعلق کیسے علم ہوا۔"

"چچی....!"

"میرا خیال غلط نہیں تھا۔ اسی گروہ کی کوئی لڑکی تم سے آٹکرائی ہے.... یا پھر ہو سکتا ہے وہ تمہاری چھپکلی کا کوئی دوسرا روپ ہو.... بہر حال تمہیں شام تک یہاں پہنچنا ہے۔"

"کوشش کروں گا....!"

فریدی نے سلسلہ منقطع کر دیا۔ ابھی اسے رمیش کی کال کا بھی انتظار تھا۔ لیکن جب دس منٹ تک فون خاموش ہی رہا تو اس نے آج کا کام سمیٹ لیا۔

امر سنگھ اپنی ڈسک پر بیٹھا سر جھکائے چمڑے کے تھیلوں میں کاغذات رکھ کر انہیں سیل کرتا جا رہا تھا۔

دفعتاً فریدی کی میز پر رکھے ہوئے ایک انسٹرومنٹ کا بزر چیخ پڑا۔

اس نے ریسیور اٹھا کر کہا۔ "یس سر۔"

اس انسٹرومنٹ پر صرف ڈی۔ آئی۔ جی اس سے گفتگو کرتا تھا۔

"کیوں بھئی منشیات والے کیس میں کیا ہو رہا ہے۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"یہ کیس ایسا نہیں ہے.... جیسا سمجھا جا رہا ہے جناب۔"

"یعنی....!"

"ہر اسٹیشن کا انچارج جانتا ہے کہ اس کے حلقے میں کہاں اور کن لوگوں کے ذریعہ کاروبار ہو رہا ہے۔"

"تمہیں یقین ہے....!"

"جی ہاں آپ کو بھی یقین ہی ہونا چاہئے۔ اس قسم کے کاروبار ہمارے ہی سائے میں پھولتے پھلتے ہیں۔ یہ معاملہ خواہ مخواہ ہمیں ریفر کیا گیا ہے.... ویسے کیا میں یہ پوچھنے کی جرأت کر سکتا

ہوں کہ اس کی شکایت کس نے کی تھی۔"

"یہ کونفیڈنشل ہے.... لیکن تم اسے عام شکایت بھی سمجھ سکتے ہو۔"

"تو کیا میں اس کے لئے کام کرتا رہوں۔" فریدی نے پوچھا۔

"قطعی....!" ڈی آئی جی نے کہا۔ "اور مجھے حالات سے آگاہ کرتے رہو۔"

"اس کے لئے میں معافی چاہتا ہوں کیونکہ فی الحال خود ہماری ہی نگرانی کی جارہی ہے۔"

"کیا مطلب....!"

"جب سے یہ کیس ہمارے پاس آیا ہے۔ وہ لوگ بہت زیادہ محتاط ہوگئے ہیں اور کیوں نہ محتاط ہو جائیں جب کہ وہ ہمارے ہی سائے میں پلتے رہے ہیں۔ میرے کتے بھی میری ہی طرح بے حد سنجیدہ واقع ہوتے ہیں جناب۔"

"تم ہمیشہ سنسنی خیز خبریں سناتے ہو۔"

"کیا کروں جناب.... میرا مقدر ہی ایسا ہے۔"

"خیر اس کے لئے جلد ہی کچھ کرنا ہے۔"

"کوشش کر رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہوگیا۔ فریدی نے پھر فائل پر نظریں جمادیں۔ تقریباً پندرہ منٹ بعد پھر فون کی گھنٹی بجی۔

دوسری طرف سے رمیش بول رہا تھا۔

"لابر ایک اسپینی ہے۔ ڈکسن والوں سے پہلے وہ جیمسن اینڈ بارٹلے میں کام کرتا تھا۔ اس کا ریکارڈ اچھا نہیں ہے جناب! جیمس اینڈ بارٹلے سے اس کا اخراج غبن کے سلسلہ میں ہوا تھا وہ وہاں اسسٹنٹ منیجر کی حیثیت سے کام کر رہا تھا۔ لیکن نہ جانے کیوں اس کے خلاف کوئی قانونی کاروائی نہیں کی گئی تھی.... بس اتنا ہی ہوا تھا کہ اسے ملازمت سے سبکدوش کر دیا گیا تھا جس کی خواہش خود اسی نے کی تھی۔ ورنہ شائد وہ اس کے باوجود بھی وہیں کام کرتا رہتا۔"

"اور کوئی خاص بات۔"

"اور تو کچھ نہیں ہے۔"

"موجودہ فرم کے مالکان کا رویہ اس کے ساتھ کیسا ہے اور اس کا اسٹاف اس کے بارے میں

کیسی رائے رکھتا ہے۔"

"اس کے بارے میں تو میں نے کچھ نہیں معلوم کیا۔"

"تمہاری رپورٹ نامکمل ہے رمیش....!" فریدی نے نرم لہجے میں کہا۔ "دوبارہ کوشش کرو۔"

سلسلہ منقطع کر کے اس نے امر سنگھ سے کہا۔ "ذرا ٹیلی فون ڈائریکٹری میں جیمس اینڈ بارٹلے کے نمبر تلاش کرو۔"

امر سنگھ ڈائریکٹری کے اوراق الٹنے لگا اور فریدی نے کوتوالی کے نمبر ڈائیل کئے۔ وہ کوتوالی انچارج انسپکٹر جگدیش سے رابطہ قائم کرنا چاہتا تھا۔

"ہیلو....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"انسپکٹر جگدیش پلیز....!"

"ہولڈ آن کیجئے۔"

تقریباً ایک منٹ کے بعد اس نے جگدیش کی آواز سنی۔

"فریدی اسپیکنگ! رمیش کیا تم پیٹر ڈکسن کے جنرل منیجر لابئر کو جانتے ہو۔"

"اسے کوئی نہیں جانتا کرنل صاحب۔ وہ تو ہمارے لئے مستقل دردسر بن کر رہ گیا ہے۔"

"کیوں....؟"

"آئی جی صاحب سے اس کے دوستانہ تعلقات ہیں۔ اس لئے وہ کوتوالی کو اپنی سسرال سمجھتا ہے۔ ایسی ایسی حرکتیں کرتا ہے کہ بس....!"

"مثلاً....!"

"ابھی دو تین ماہ پہلے کی بات ہے کہ یک بیک اسے شہر بھر کے بدمعاشوں کو پٹوانے کا خبط ہو گیا تھا۔ وہ کوتوالی میں پکڑ لائے جاتے تھے۔ دو تین دن ان کی مرمت ہوتی تھی اور پھر خود ہی انہیں چھڑوا بھی دیتا تھا۔"

"ان بدمعاشوں میں سے ایک آدھ کا نام اور پتہ ضرور بتاؤ۔"

"ذرا دو منٹ توقف فرمایئے۔" جگدیش نے کہا اور دوسری طرف سے آواز آنی بند ہو گئی۔

فریدی ریسیور کان سے لگائے بیٹھا بائیں ہاتھ سے فائیل کے اوراق الٹتا رہا۔

تھوڑی دیر بعد جگدیش نے اسے دو چار نام نوٹ کرائے اور فریدی نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

پھر امر سنگھ نے اسے جیمس اینڈ بارٹلے کے نمبر بتائے۔

لیکن فریدی نے اس کے نمبر ڈائیل نہیں کئے۔ وہ اٹھ کر کوٹ پہن رہا تھا۔

"میری ساری کالیں احتیاط سے نوٹ کرنا۔" اس نے کمرے سے نکلتے وقت امر سنگھ سے کہا۔

تھوڑی دیر بعد اس کی کار پارکنگ شڈ سے نکل رہی تھی.... گیارہ بج چکے تھے اور گرمی بہت شدید تھی۔ مگر ایئر کنڈیشنڈ لنکن جنت کا نمونہ بنی ہوئی تھی۔ اس گاڑی کے متعلق حمید کا خیال تھا کہ یہ قیلولہ کے لئے بہترین ہے۔

تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد اس کی کار بندرگاہ کے علاقہ میں داخل ہوئی۔ سنگ سنگ بار کی طرف بڑھتی رہی۔ سنگ سنگ بار ایک زمانے میں کسی غیر ملکی کی ملکیت تھا۔ لیکن چونکہ یہ علاقہ اچھا نہیں تھا۔ اس لئے وہ اسے چلا نہیں سکا تھا۔ یہاں زیادہ تر بدمعاش قسم کے لوگ آباد تھے۔ لہٰذا اسے ہر ماہ ہزاروں کی ادھار شراب دینی پڑتی تھی، لیکن پھر وہ چوتھائی رقم بھی نہیں وصول کر پاتا تھا۔ اس لئے کچھ دنوں بعد اس نے اسے ایک مقامی بدمعاش کے ہاتھ فروخت کر دیا تھا اور آج کل وہ اس کی ملکیت تھی.... فریدی اس سے اچھی طرح واقف تھا اور ہو سکتا ہے وہ بھی فریدی کو جانتا رہا ہو.... اس کا نام ڈگبی تھا۔

فریدی نے سنگ سنگ بار کے سامنے گاڑی روک دی اور اتر کر اندر آیا.... کاؤنٹر پر ڈگبی موجود تھا۔ مگر فریدی کو اس کے رویہ پر بڑی حیرت ہوئی۔ کوئی دوسرا موقعہ ہوتا تو فریدی کو دیکھ کر شائد ڈگبی کے ہاتھ سے وہ بوتل چھوٹ پڑتی جسے وہ کاؤنٹر سے اٹھا کر ریک میں رکھ رہا تھا.... مگر اس وقت ایسا نہیں ہوا.... اس وقت وہ فریدی کو ایسی نظروں سے دیکھ رہا تھا جیسے اس سے اپنی بار میں قدم رکھنے کی وجہ بڑے سخت الفاظ میں پوچھے گا۔

"مجھے تم سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔" فریدی نے کاؤنٹر پر پہنچ کر کہا۔

"مجھے اس وقت فرصت نہیں ہے.... پھر کبھی آیئے گا۔" ڈگبی کے لہجے میں بڑی لاپروائی تھی۔

"لیکن مجھے صرف اسی وقت فرصت ہے۔"

"وہ زمانے لد گئے کرنل صاحب.... اگر آپ زبردستی کریں گے تو بات بڑھ جائے گی۔"

فریدی نے پلٹ کر دیکھا.... ہال خالی پڑا تھا.... اس چلچلاتی دھوپ میں کون پینے آتا۔ ڈگبی خود ہی سرو کر رہا تھا۔ بیرے بھی نہیں تھے۔

"ادھر آؤ....!" فریدی نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"آپ پچھتائیں گے۔"

فریدی نے اس کا گریبان پکڑ کر جھٹکا دیا اور وہ منہ کے بل کاؤنٹر پر چلا آیا۔ پھر اس کی پشت پر پڑنے والا گھونسہ ایسا ہی تھا کہ وہ بلبلا کر رہ گیا۔

فریدی نے اسے کاؤنٹر سے کھینچ کر ایک گھونسہ اس کی ٹھوڑی پر بھی رسید کر دیا اور وہ ایک بھاری بھر کم جسم رکھنے کے باوجود بھی سامنے والی دیوار سے جا ٹکرایا۔

"اب اگر تم یہاں بھیڑ ہی اکٹھا کرانا چاہتے ہو تو دوسری بات ہے۔" فریدی کا لہجہ پر سکون تھا۔

"پچھتانا پڑے گا.... پچھتانا پڑے گا۔" ڈگبی ہانپتا ہوا بولا۔

"سنو بیٹے! تم جس کیلئے کوکین کی ناجائز تجارت کر رہے ہو وہ کم از کم فریدی کو نہیں خرید سکتا۔"

"یہ غلط ہے.... میں کوکین کی تجارت نہیں کرتا۔" وہ ہانپتا ہوا بولا۔

"دروازہ بند کر دو۔" فریدی نے صدر دروازے کی طرف اشارہ کیا۔

"آپ مجھے مجبور نہیں کر سکتے۔"

"لیکن تمہیں یہیں دفن ضرور کر سکتا ہوں۔"

دفعتاً کاؤنٹر پر رکھی ہوئے فون کی گھنٹی بجی۔ ڈگبی نے آگے بڑھنا چاہا.... "وہیں ٹھہرو...." فریدی نے ہاتھ اٹھا کر کہا اور خود کاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا۔

"آپ حد سے بڑھتے جا رہے ہیں۔" ڈگبی دانت پیس کر بولا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں فریدی کا ریوالور بھی نکل آیا جس کا رخ ڈگبی کی طرف تھا۔

پھر اس نے ریسیور اٹھالیا اور ایسی بھرائی ہوئی آواز میں "ہیلو" کہی جیسے شدید ترین کام کی وجہ سے گلا پڑ گیا ہو۔

"کون ہے؟" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"ڈگبی....!"

"تمہاری آواز کو کیا ہوا ہے۔"

"میں بیمار ہوں جناب۔"

"خیر.... دیکھو.... کیا تمہارے پاس کچھ اسٹاک ہے؟"

"ہے تو جناب۔"

"اسے فوراً کسی گٹر میں بہادو... ہوسکتا ہے کہ فریدی تمہارے بار میں پہنچ کر تلاشی لے بیٹھے۔"

"میں اتنا گدھا نہیں ہوں جناب کہ بار میں کچھ رکھوں۔"

"ٹھیک ہے۔ اگر فریدی آ ہی جائے تو اس کی گیدڑ بھبکیوں میں ہرگز نہ آنا۔"

"نہیں! آپ جو ہیں.... مجھے بالکل اطمینان ہے۔"

"دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا اور فریدی نے ریوالور جیب میں ڈال لیا۔"

"کیوں ڈگبی.... اسٹاک کہاں ہے۔"

"کیسا اسٹاک....!"

"کوکین کا....!"

"آپ خواہ مخواہ وہم میں مبتلا ہو گئے ہیں۔"

"سنو جب تم سے سڑے گلے آدمی کو توالی میں پٹوا کر کوکین کی ناجائز تجارت پر مجبور کر سکتے ہیں تو پھر تم مجھے تو جانتے ہی ہو۔"

ڈگبی اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گیا۔

پھر فریدی نے اسے صدر دروازے کی طرف جاتے دیکھا۔ لیکن اس کے انداز سے ایسا نہیں معلوم ہوتا تھا کہ وہ بھاگنے کا ارادہ رکھتا ہے۔

اس نے صدر دروازہ بند کیا اور پھر فریدی کی طرف پلٹ آیا۔

"بیٹھئے....!" اس نے مضمحل آواز میں کہا۔

"تم بیٹھ جاؤ۔ میں یونہی ٹھیک ہوں....!" فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔

"کیا آپ مجھے بتا سکتے ہیں کہ کوتوالی میں مجھے کس نے پٹوایا تھا۔"

"کیا تم نہیں جانتے؟"

"کاش جانتا ہوتا۔"

"لیکن میں تمہیں جانتا ہوں۔" فریدی اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔ "اور یہ بھی جانتا ہوں کہ اگر تم اس کی شخصیت سے واقف ہو گئے تو اسے قتل کئے بغیر نہیں مانو گے۔"

ڈگبی کچھ نہ بولا۔ خاموش کھڑا اپنا نچلا ہونٹ چباتا رہا۔

"کیا تم مجھے بتاؤ گے کہ اس نے تمہیں اس گندے بزنس پر کیسے آمادہ کیا تھا۔"

"میں نہیں جانتا کہ وہ کون ہے۔ صرف فون پر گفتگو کرتا ہے۔ آج سے دو ماہ پہلے اس نے مجھے فون پر مخاطب کیا تھا۔ کہا تھا کہ اگر وہ چاہے تو مجھے دو چار دن حوالات میں رکھوا کر میری اچھی خاصی مرمت کروا سکتا ہے۔ میں نے اسے گندی گندی گالیاں سنائی تھیں اور پھر سچ مچ دوسرے ہی دن مجھے کوتوالی میں پکڑ بلوایا گیا۔ تین چار دن حوالات میں بند رہا۔ برابر مار پڑتی رہی پھر چھوڑ دیا گیا۔ اسی شام کو پھر فون پر اس نامعلوم آدمی نے مجھے مخاطب کر کے کوکین کے کاروبار کی تجویز پیش کی اور کہا اگر میں نے اس کے مشورے پر عمل نہ کیا تو اسی طرح آئے دن پٹتا رہوں گا۔ جس کی نہ داد ہو گی اور نہ فریاد۔ میں نے چپ چاپ اس کی تجویز مان لی۔"

"تمہیں اسٹاک کیسے ملتا ہے۔"

"کٹالی کے میدان میں ایک جگہ ہے جہاں پیکٹ رکھے ہوئے ملتے ہیں اور وہیں میں پچھلے اسٹاک کی قیمت اپنا کمیشن کاٹ کر رکھ دیتا ہوں۔"

"وہاں کوئی موجود نہیں ہوتا۔"

"جی نہیں....!"

"کاروبار جاری رکھو! خبردار اس سے یہ نہ بتانا کہ میں یہاں آیا تھا۔"

"بہت بہتر جناب.... لیکن خدارا مجھے اس کا نام بتا دیجئے۔ خواہ مخواہ سالے نے مجھے جنجال میں پھنسا دیا ہے۔ آپ صرف اس کا نام اور پتہ بتا دیجئے پھر میں آپ کو ایک تاریخ دے دوں گا۔ اسی تاریخ کو وہاں آ کر اس کی لاش اٹھوا لیجئے گا اور میں بھی وہیں موجود رہوں گا۔ اگر بھاگ جاؤں تو اپنے باپ کے نطفے سے نہیں۔"

"جلد بازی کی ضرورت نہیں....!" فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔

"کیا میں اسٹاک آپ کے حوالے کر دوں۔"

"نہیں.... اسے گٹر ہی میں بہا دو.... دوسرا اسٹاک ہرگز نہ اٹھانا.... اس سے یہی کہتے رہو کہ فریدی کے آدمی میرے پیچھے ہیں۔"

"بہت بہتر جناب۔"

تفتیش و تفریح

ماڈل ٹاؤن کی گھنی آبادی سے دور ایک چھوٹی سی عمارت تھی جس کا نام شاٹو تھا۔ یہ عموماً بند ہی پڑی رہا کرتی تھی۔ اس کی دیکھ بھال کے لئے کوئی چوکیدار بھی نہیں تھا۔ لیکن پھر بھی کبھی کبھی اس کی کھڑکیاں اندھیری راتوں میں روشن نظر آیا کرتی تھیں۔

یہ وہی مواقع ہوتے تھے جب کرنل فریدی کو کسی پیچیدہ کیس کے سلسلہ میں میک اپ کا سہارا لینا پڑتا تھا.... اس کی ایک کنجی کیپٹن حمید کے پرس میں بھی ہمیشہ پڑی رہتی تھی۔

ماڈل ٹاؤن شہری بستی سے الگ تھلگ آباد تھا اور یہاں اونچے ہی طبقے کے لوگ آباد تھے۔ اس لئے کسی کو پرواہ بھی نہیں ہوتی تھی کہ شاٹو میں کون آیا اور کون گیا۔ ہو سکتا ہے پڑوسی یہی سمجھتے رہے ہوں کہ وہ کسی عیاش طبع رئیس کی آرام گاہ رہی ہو، جہاں وہ دو چار دن گذارنے کے لئے کبھی کبھی آجاتا ہو۔

حمید راحیلہ کو شاٹو میں لایا۔ وہ برقعے میں تھی.... اور کار کے پچھلے حصے پر ایک بہت بڑا ہاتھ سے لکھا ہوا پوسٹر چپکا ہوا تھا۔ جس پر تحریر تھا۔

آپ کے ووٹ کے مستحق!

الحاج شیخ نتھو مدظلہ العالی!

جنہوں نے چالیس سال برگد کے درخت سے الٹے لٹک کر عبادت کی ہے۔

ان دنوں میونسپل الیکشن کے سلسلہ میں کنوینسنگ کا بڑا زور تھا.... پولنگ ہونے میں ایک ہفتہ باقی تھا۔ اس لئے حمید نے سوچا کہ اس قسم کا کوئی پوسٹر یقینی طور پر چلے گا۔

پوسٹر چپکانے کی ضرورت یوں پیش آئی تھی کہ گاڑی کے پچھلے حصے میں گولیوں نے سوراخ کر دیئے تھے۔ لہٰذا وہ نہیں چاہتا تھا کہ کسی کو ذرہ برابر بھی شبہ کرنے کا موقع مل سکے۔ فی الحال ان سوراخوں کو چھپانے کا بہترین طریقہ یہی ہو سکتا تھا کہ وہ وہاں ایک بڑا سا پوسٹر چپکا دیتا.... راحیلہ پوسٹر دیکھ کر بہت ہنسی تھی اور کہا تھا "واقعی تم بہت چالاک آدمی معلوم ہوتے ہو۔"

شاٹو میں پہنچ کر راحیلہ بے حد مطمئن نظر آنے لگی تھی۔

"یہ مکان تمہارا ہی ہے۔" اس نے حمید سے پوچھا۔

"یاد نہیں! اتنے مکان ہیں اس شہر میں کہ بعض اوقات ایک کی کنجی دوسرے کے قفل میں لگانے کی کوشش میں بڑا وقت برباد ہو جاتا ہے۔"

"تو تمہارا کاروبار شاندار چل رہا ہے.... مگر کیا یہ زندگی تمہیں سچی خوشی دے سکی ہے۔"

"اگر نہیں دے سکی، تب بھی میرا کیا بگڑا ہے۔"

"کیا تمہیں کبھی سچی خوشی کی خواہش نہیں ہوتی۔"

"میں سچی اور جھوٹی خوشی میں امتیاز نہیں کر سکتا اس لئے یہ بات یہیں ختم کرو۔"

"تمہارا ضمیر مردہ ہو چکا ہے۔"

"میں تمہیں اٹھا کر کھڑکی سے باہر پھینک دوں گا۔" حمید نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "کیا تم اس لئے میرے ساتھ آئی ہو کہ مجھے فرشتہ بنانے کی کوشش کرو۔"

"میں کوشش کروں گی۔" راحیلہ مسکرائی۔

حمید چند لمحے اسے گھورتا رہا پھر بولا۔ شرافت اور انسانیت پر میں بھی گھنٹوں دوسروں کو بور کر سکتا ہوں کیونکہ آرام کرسی پر لیٹ کر بکواس کرنے میں ذرہ برابر بھی محنت نہیں صرف ہوتی.... مگر میں اسے بہتر سمجھتا ہوں کہ شرافت اور انسانیت پر لکچر دینے کی بجائے کسی کا گلا گھونٹ کہ اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنی بکواس سے نجات دلا دوں.... یہ واقعی ایک اچھا اور ثواب کا کام ہوگا....!

"خیر.... خیر.... ختم کرو.... اب ہمیں کیا کرنا ہے....!" راحیلہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔

"فی الحال تو میں صبر کرنے کا مشورہ دوں گا کیونکہ تھوڑی دیر آرام کرنا چاہتا ہوں اس کے بعد.... پھر تم خود کو نہ پہچان سکو گی۔"

"کیا مطلب....!"

"میک اپ.... یہی ایک صورت رہ جاتی ہے! ورنہ تمہیں برقعہ ہی میں بسر کرنی پڑے گی۔"

"تمہیں میک اپ کرنا آتا ہے۔" راحیلہ کے لہجے میں حیرت تھی۔

"یقیناً.... میں خود کو اس کا ماہر سمجھتا ہوں۔"

"تم کتنی چیزوں کے ماہر ہو۔"

حمید نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ آئندہ کے لئے پروگرام پر غور کر رہا تھا۔

فریدی اپنے محکمہ کے ڈی۔ آئی۔ جی کو آج کی رپورٹ دے رہا تھا اور ڈی آئی جی ایسے انداز میں بیٹھا سن رہا تھا جیسے اسے اپنے کانوں پر یقین نہ آرہا ہو۔ فریدی سمجھا وہ پیش آنے والے واقعات پر متحیر ہے، لیکن جب وہ خاموش ہوا تو ڈی۔ آئی۔ جی نے طویل سانس لے کر کہا۔ "مجھے حیرت ہے کہ آخر تم رپورٹ کیوں دے رہے ہو۔ آج یہ تم سے ایسی غلطی کیوں سرزد ہو رہی ہے۔"

"مجبوری ہے جناب! جب مجرموں کو میرے ہر اقدام کی اطلاع ہو جاتی ہے تو پھر میں اپنے آفیسروں ہی کو کیوں ناخوش کروں۔ اب یہی دیکھ لیجئے کہ میں جگدیش سے لائبر کے متعلق تھوڑی سی پوچھ گچھ کی تھی۔ اس کا بھی علم انہیں ہو گیا۔"

"مجھے حیرت ہے کہ لائبر آئی۔ جی۔ پی کا دوست ہے۔"

"حیرت کی کیا بات ہے جناب! میں اس کے بارے میں چھان بین کر چکا ہوں۔ آئی۔ جی صاحب کو شائد علم ہی نہ ہو کہ لائبر ان کی دوستی کی آڑ میں کیا کرتا پھر رہا ہے۔ یہ سب کچھ تو دراصل چھوٹے آفیسروں کے ذریعہ ہو رہا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ لائبر آئی۔ جی کے گہرے دوستوں میں سے ہے۔ اس لئے وہ اس کی کوئی فرمائش نہیں ٹالتے.... اور دوسری طرف لائبر بھی ان کے لئے بہت کچھ کرتا رہتا ہے۔ کسی کو چھٹی کی ضرورت ہے لائبر اس کی سفارش کر رہا ہے۔ کسی کی ترقی رکی ہوئی ہے، لائبر کوشش کر رہا ہے کہ اس کی ترقی ہو جائے۔ کوئی تبادلے کا خواہشمند ہے اور لائبر ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا ہے کہ اس کا تبادلہ ہو جائے۔ خود ڈی۔ ایس۔ پی سٹی اس کا مرہون منت ہے۔ کیونکہ لائبر ہی کی سفارش کی بناء پر اسے ڈی۔ ایس۔ پی سٹی بنایا گیا تھا۔ اب اگر وہ اس سے کہتا کہ شہر کے فلاں فلاں بدمعاشوں کو بلا کر پٹوا دو تو بھلا اسے کیونکر انکار ہو سکتا ہے.... لیکن ڈی۔ ایس۔ پی سٹی اصل مقصد سے ناواقف ہے۔ وہ نہیں جانتا کہ لائبر انہیں کیوں پٹوا رہا ہے۔"

"کمال ہے....!" ڈی۔ آئی۔ جی گردن ہلا کر رہ گیا۔

"اس تنظیم کی پشت پر کوئی ماسٹر مائنڈ ہے۔"

"تو تمہارا خیال ہے کہ لائبر ہی آخری آدمی نہیں ہے۔"

"جی ہاں.... میں یہی سوچ رہا ہوں۔"

"آخر کس بناء پر....!"

"آخری آدمی اس طرح کھل کر سامنے نہیں آسکتا۔" فریدی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "بہت ہی معمولی سی تفتیش لائبر کی گردن پھنسانے کے لئے کافی ہو سکتی ہے، مثال کے طور پر میں نے جگدیش سے معلوم کیا کہ کچھ دنوں پہلے لائبر نے شہر کے بعض بدمعاشوں کی مرمت کرائی تھی۔ میں نے ان میں سے ایک کو جالیا حالانکہ اسے معلوم نہیں تھا کہ لائبر نے اسے پٹوایا تھا لیکن جب اس نے اپنی روداد دہرائی تو میں بہ آسانی اس نتیجے پر پہنچ گیا کہ لائبر ہی اس غیر قانونی تجارت کی پشت پر ہو سکتا ہے۔"

ڈی۔ آئی۔ جی تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر سر ہلا کر بولا۔ "ٹھیک کہتے ہو۔"

"اب مجھے لائبر سے بھی اس مسئلے پر گفتگو کرنی پڑے گی۔" فریدی نے کہا۔

"اس سے کیا فائدہ ہوگا؟ میرا خیال ہے کہ تم اسے اس کے حال ہی پر چھوڑ دو۔ اگر تم یکلخت لائبر تک جا پہنچے تو تمہیں اصل ملزم تک پہنچنے میں دشواری ہوگی۔"

"یہ بھی درست ہی ہو سکتا ہے۔" فریدی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"مگر یہ لائبر پہلے جیمس اینڈ بارٹلے میں کام کرتا تھا۔" ڈی۔ آئی۔ جی بولا۔ وہاں سے غبن کے سلسلہ میں الگ کر دیا گیا تھا۔ رقم بھی شائد لمبی تھی لیکن فرم نے اس کے خلاف کوئی قانونی کاروائی نہیں کی تھی اس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔"

"یہ بھی میرے لئے ایک اہم سوال ہے۔" فریدی نے کہا۔

"میرا خیال تو یہی ہے کہ تم اپنی تفتیش کا آغاز جیمس اینڈ بارٹلے کی فرم ہی سے کرو۔"

"جی ہاں.... یہ بھی میرے پروگرام میں شامل ہے۔"

تقریباً تین بجے فریدی جیمس اینڈ بارٹلے کے دفتر پہنچا.... جنرل منیجر نے متحیرانہ انداز میں اس کا استقبال کیا۔ کسی بھی تجارتی ادارے میں کرنل فریدی کی آمد ایسی نہیں ہوتی تھی جسے نظر انداز کیا جا سکتا۔ کیونکہ یہ اس دور کی کہانی ہے جب بلیک مارکیٹنگ اور غیر ملکی زرمبادلہ کی اسمگلنگ بہت زوروں پر ہو رہی تھی۔

"فرمایئے.... جناب.... میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔" جنرل منیجر نے مضطربانہ

انداز میں ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

"لائبر.... آپ کی فرم سے کب اور کن حالات میں علیحدہ ہوا تھا۔"

"اوہ....!" جنرل منیجر نے ایک طویل سانس لی اور اس کے چہرے پر اطمینان کی لہریں نظر آئیں۔ "لائبر...." اس نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "ایک لمبی رقم اور کچھ زیورات کے غبن کے سلسلے میں علیحدہ ہو گیا تھا۔"

اور پھر وہ استفہامیہ نظروں سے فریدی کی طرف دیکھنے لگا۔

"لائبر کے خلاف کوئی قانونی کاروائی کی گئی تھی۔" فریدی نے پوچھا۔

"جی نہیں.... بات دراصل یہ ہے صاحب کہ اس فرم کی بدنامی کا اندیشہ تھا، ہماری فرم جائیداد اور زیورات رہن رکھ کر قرض بھی دیتی ہے۔ ہمارے اس بزنس پر بُرا اثر پڑنے کا اندیشہ تھا۔ ظاہر ہے کہ اگر اس کے خلاف قانونی کاروائی کی جاتی تو اس واقعہ کی شہرت ہونی لازمی تھی۔ ہمارے یہاں رہن کے زیورات اور جواہرات زیادہ آتے ہیں۔ آپ خود خیال فرمایئے کہ بزنس پر کتنا بُرا اثر پڑتا۔"

"اس نے کچھ واپس بھی کیا تھا یا نہیں۔"

"نہیں جناب! وہ تو اخیر تک لاعلمی ظاہر کرتا رہا تھا۔"

"مگر یہ غبن کس نوعیت کا تھا اور کیسے ہوا تھا۔"

"لائبر اسی سکشن کا انچارج تھا جس کے ذمہ رہن اور قرض کا کاروبار ہے۔ اکثر قرض خواہ نقدی کی شکل میں بھی ادائیگی کرتے ہیں، یعنی چیک نہیں دیتے وہ روپیہ لائبر ہی کی تحویل میں رہتا تھا اور زیورات بھی وہی اسٹرونگ روم میں پہنچاتا تھا۔ جو رہن کے لئے آتے تھے۔ اس دن کچھ زیورات بھی آئے تھے۔ اس کا بیان ہے کہ وہ رقم اور زیورات کو سیف میں بند کر کے لنچ کے لئے اٹھ گیا تھا جب لنچ کر کے واپس آیا تو سیف کھلا ہوا ملا۔ زیورات اور نقدی غائب تھی۔"

"تب پھر آپ کو چوری کی رپورٹ درج کرانی چاہئے تھی۔"

"ذرا سوچئے تو جناب! کیا اس کا اور زیادہ بُرا اثر ہمارے بزنس پر نہ پڑتا۔ یہ ہماری فرم میں اپنی نوعیت کا پہلا واقعہ تھا۔ کسی ایسی فرم سے معاملات کرنے پر کون تیار ہوگا جس کی سیف کے قفل ٹوٹ جاتے ہوں.... جہاں چیزیں غیر محفوظ ہوں۔"

"لیکن.... آپ نے اسے کس طرح بہلایا جس کے زیورات تھے۔"

"میرے خدا....!" منیجر نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "فرم کو ایک بہت بڑے خسارے کا سامنا کرنا پڑا تھا جناب.... ہم عموماً زیورات کی قیمت کا اندازہ کر کے اس کی نصف رقم بطور قرض دیتے ہیں اور جب وہ رقم مع سود ادا کر دی جاتی ہے تو زیورات واپس کر دیئے جاتے ہیں اور رہن وہی لوگ رکھتے ہیں، جو زیورات کو فروخت نہیں کرنا چاہتے۔ لیکن اگر کسی چیز کی دوگنی قیمت آپ لگا دیں تو میں اسے حماقت ہی سمجھوں گا اگر وہ چیز آپ کے ہاتھ فروخت نہ کر دوں....!"

"میں نہیں سمجھا....!"

"زیورات کی قیمت سے دوگنی رقم دے کر رہن رکھنے والے کو خاموش کر دیا گیا تھا۔ کسی جھوٹ کو نبھانے کے لئے مزید جھوٹ بولنے پڑتے ہیں اس کا اندازہ اسی وقت ہوا تھا.... ظاہر ہے کہ اگر اسے اس غبن یا چوری کا حال معلوم ہو جاتا تو وہ دس گنی قیمت لینے پر بھی تیار نہ ہوتا۔"

"پھر آپ نے اس سے کیا کہا تھا۔" فریدی نے دلچسپی ظاہر کی۔

"اف فوہ! کیا عرض کروں جناب۔" وہ جھینپے ہوئے انداز میں بولا۔ "آج بھی سوچ کر شرم آتی ہے۔ میں اس شریف آدمی کے سامنے گڑگڑایا کہ اس کے زیورات میری محبوبہ کو پسند آگئے ہیں اور میں انہیں دوگنی قیمت پر بھی خرید سکتا ہوں۔ وہ تیار ہو گیا تھا.... مگر.... میرا خیال ہے کہ لائبر نے اب پیٹر ڈکسن والوں سے بھی کوئی فراڈ کیا ہے۔"

فریدی نے اس کے اس خیال کی تائید یا تردید نہیں کی۔ اس نے کہا۔ "کیا لائبر اپنے ماتحتوں کے لئے سخت گیر آدمی تھا۔"

"یقیناً تھا جناب! آئے دن اس سلسلہ میں اس کی شکایات آتی رہتی تھیں۔"

"اچھا شکریہ۔" فریدی اٹھتا ہوا بولا اور جنرل منیجر کو متحیر ہی چھوڑ گیا۔

"زیٹو! تم مجھے یہاں تنہا چھوڑ کر نہیں جا سکتے۔" راحیلہ نے حمید سے کہا۔

"کیوں؟" حمید غصیلے انداز میں اس کی طرف مڑا۔

"مجھے خوف ہے۔"

"مجھے اُلو بنانے کی کوشش نہ کرو۔" حمید ہاتھ ہلا کر بولا۔ "میں ویسے ہی آج کل خود کو بالکل

چند محسوس کر رہا ہوں۔ جن لڑکیوں کو خوف محسوس ہوتا ہے وہ پرس میں پستول نہیں لئے پھرتیں اور پھر ایسا پستول جس کا لائسنس نہ ہو۔"

"تم مجھے تنہا چھوڑ کر کیوں جا رہے ہو....!"

"نوکری کرنے جانِ من....!" حمید جلے کٹے لہجے میں بولا۔ "پردیس سے کما کر بھیجوں گا نہیں تو تم کھاؤ گی کیا۔"

"بے تکی بکواس مت کرو! میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی۔"

حمید تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ "اچھا چلو! لیکن ٹھہرو.... پہلے تمہارے چہرے کی مرمت کرنی پڑے گی۔"

حمید اسے میک اپ کے بغیر باہر نہیں نکالنا چاہتا تھا۔ میک اپ ہو جانے کے بعد اس نے آئینہ میں اپنی شکل دیکھی اور خوشی کے مارے چیخ پڑی۔

"ارے اب تو میں ہی خود کو نہیں پہچان سکتی۔ زیٹو ڈیئر.... واقعی تم بڑے شاندار آدمی ہو۔"

"صرف زیٹو! ڈیئر نہیں۔" حمید نے خشک لہجے میں کہا۔ "مجھے صرف وہی لڑکی ڈیئر کہہ سکتی ہے جسے کبھی چھینکیں نہ آتی ہوں۔"

"کیا مطلب....!"

"تم چھینکوں کا مطلب نہیں سمجھتیں! یہ بہت اچھا ہوا کہ تمہیں پچھلی رات سے اب تک چھینک نہیں آئی۔ ورنہ میں تمہیں ایک سیکنڈ کے لئے بھی برداشت نہ کر سکتا۔"

"تم سنکی اور جھکی ہو...." راحیلہ جھلا گئی۔

"تم مجھے فاتر العقل اور دیوانہ بھی کہہ سکتی ہو۔ میں بُرا نہ مانوں گا۔ لیکن میرے سامنے چھینک کر دیکھو، میں تمہاری شکل تک دیکھنا گوارا نہ کروں گا۔ مجھے شوق سے گالیاں دو! میں کان دبا کر سنوں گا.... لیکن اگر تم کبھی چھینکیں میرے سامنے....!"

"بیکار کان نہ کھاؤ.... میں یونہی بہت پریشان ہوں۔"

"یہ بہت ہی سنجیدہ مسئلہ ہے.... میں نے تمہیں ایک خطرے سے آگاہ کر دیا۔ اگر میں تمہیں چھوڑ کر بھاگ جاؤں تو پھر یہ نہ کہنا کہ میں نے تمہیں دھوکہ دیا.... کسی لڑکی کی چھینک میری بہت بڑی کمزوری اور پیدائشی بدنصیبی ہے اسی نے مجھے اس خطرناک راستے پر ڈالا ہے۔"

"تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں۔"

حمید اس کے جملے پر دھیان دیئے بغیر کہتا رہا۔ "جب میں نے یہ اندازہ کرلیا کہ دنیا کی ہر لڑکی چھینکتی ضرور ہوگی تو مایوسی نے میرے ذہن پر قبضہ جمالیا۔ اب میں کبھی شادی نہ کرسکوں گا۔ جب شادی نہیں کرنی تو کلرکی کرنے سے کیا فائدہ.... بس پھر میں ڈاکو بن گیا۔ ذرا سوچو تو فطرت کتنی ستم ظریف ہے۔ چھینک سے ڈاکہ زنی تک.... بعض اوقات میں سوچتا ہوں کہ کہیں پاگل نہ ہو جاؤں۔ ریوالور ہر وقت جیب میں رکھتا ہوں، مگر وہ خالی ہی رہتا ہے۔ اس خوف سے کہ کہیں راہ چلتے کسی لڑکی کو چھینکتے دیکھ کر اس پر فائر نہ کردوں۔"

"کیا تم خود نہیں چھینکتے؟"

"افسوس کہ میں بھی اکثر یہی سوچتا ہوں! مگر لڑکیوں کی چھینکیں گراں گذرتی ہیں۔ میں چھینکتا ہوں لیکن.... تمہاری چھینکیں مجھے زہر لگیں گی.... ارے.... اتنی خوبصورت اور چاندسی لڑکی آق چھیں کر رہی ہے....!"

حمید دیوانوں کی طرح اپنا سر پیٹنے لگا اور راحیلہ سچ مچ بوکھلا گئی۔ جب حمید کے ہاتھ رکے تو اس نے کہا۔ "چھینکیں تو بہر حال آتی ہیں.... پھر کیا کروں۔"

"اس طرح چھینکو کہ آق چھیں کے بجائے کسی دوسری قسم کی آواز نکلے.... مثلاً آخاں.... اچھاں.... آہنک.... وغیرہ وغیرہ۔"

"کیا تم واقعی سنجیدہ ہو۔" راحیلہ کا لہجہ حیرت انگیز تھا۔

"میرے پاس مغز خالی کرنے کے لئے وقت نہیں ہے۔ تم چھینک کر بھی تو دیکھو یا میں یہاں نہ ہوں گا یا تم یہاں نہ ہوگی۔"

"اچھا ہم ابھی کچھ دیر بعد چلیں گے۔" راحیلہ نے کہا اور ایک کمرے میں گھس کر دروازہ اندر سے بند کرلیا۔ تھوڑی دیر بعد اسی کمرے سے طرح طرح کی آوازیں آنے لگیں۔ حمید نے قفل کے سوراخ سے جھانک کر دیکھا۔ راحیلہ ناک میں بتی کر کے چھینک رہی تھی۔ لیکن کوشش اس بات کی تھی کہ آق چھیں کی بجائے دوسری قسم کی آوازیں نکلیں۔

حمید منہ اور پیٹ دبائے ہوئے دوسرے کمرے میں جا گھسا.... اب وہ فرش پر بُری طرح لوٹ رہا تھا اور کوشش کر رہا تھا کہ اس کے قہقہے بند ہونے پائیں۔

تین نقاب پوش

رات تاریک تھی! فریدی نے لنکن کی رفتار کم کردی۔ وہ شہر کے ایک گنجان آباد حصے دولت آباد میں سفر کر رہا تھا۔ حمید نے پچھلی نشست سے کہا۔ "کیا آپ اونگھ رہے ہیں۔"

"نہیں تو....!"

"میرا خیال ہے کہ اونٹ کچھ آہستہ چل رہا ہے۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔ کار اسی رفتار سے چلتی رہی.... اس نے حمید کو ایک کیفے سے پکڑا تھا۔ اتفاقاً ہی اس پر نظر پڑ گئی تھی.... ہوا یہ کہ حمید راحیلہ کو ساتھ لے کر شاٹو سے باہر نکلا اور ایک ٹیکسی کر کے شہر کے لئے روانہ ہو گیا.... دس بجے تک حمید آر لکچو میں اسے رمیا سکھاتا رہا اور راحیلہ دل ہی دل میں گڑگڑا کر دعائیں مانگتی رہی کہ اسے چھینک نہ آجائے کیونکہ اپنے خیال کے مطابق وہ حمید سے بہت زیادہ مانوس ہو گئی تھی.... اور کچھ دن اس کے ساتھ گذارنے کی خواہش بھی رکھتی تھی۔

دس بجے کے قریب حمید کو اچانک تلے ہوئے جھینگے یاد آئے تھے اور اس نے سوچا تھا کہ جھینگے تو فرائی فش ریستوران ہی میں ملیں گے۔ لہٰذا وہ آر لکچو سے نکل کر فرائی فش کی طرف روانہ ہو گئے۔

حمید اپنی گاڑی شاٹو ہی میں چھوڑ آیا تھا کیونکہ وہ اب اسے اس پوسٹر سمیت باہر نہیں نکالنا چاہتا تھا۔

فریدی نے اسے اس شام کو گھر پر طلب کیا تھا۔ لیکن وہ گھر جانے کی بجائے راحیلہ کے ساتھ تفریح کرتا رہا.... فرائی فش میں وہ کھڑکی کے قریب ہی بیٹھا تھا۔

راحیلہ نے جھینگے نہیں کھائے۔ اس نے کہا کہ اس کی قیام گاہ فرائی فش سے نزدیک ہی ہے وہ تھوڑی دیر کے لئے وہاں جانا چاہتی ہے اور پھر وہیں واپس آجائے گی، چونکہ وہ میک اپ میں تھی اس لئے حمید نے اسے ایسا کرنے سے نہیں روکا۔

وہ اس کی واپسی کا منتظر ہی تھا کہ اچانک کسی نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔ حمید چونک کر مڑا اور فریدی کی شعلہ بار آنکھوں کے سامنے اس کے حواس جھلس کر رہ گئے وہ نروس ہو گیا تھا۔

"اٹھو....!" فریدی نے تحکمانہ لہجے میں کہا تھا اور حمید کو آدھی پلیٹ جھینگے میز ہی پر چھوڑ کر اٹھ جانا پڑا تھا۔ اس نے کاؤنٹر پر جا کر جھینگوں کی قیمت ادا کی تھی اور چپ چاپ ریستوران سے باہر نکل آیا تھا.... سچ مچ وہ بُری طرح بوکھلا گیا تھا اسے توقع نہیں تھی کہ فریدی اچانک اس طرح آلے گا! اس بوکھلاہٹ میں اسے یہ بھی یاد نہ رہا کہ اسے یہیں ٹھہر کر راحیلہ کا انتظار کرنا تھا۔

فریدی نے اسے پچھلی سیٹ پر دھکیل کر دروازہ بند کر دیا اور لنکن چل پڑی۔ پھر کچھ دیر بعد اسے راحیلہ یاد آئی.... وہ اور شدت سے بور ہونے لگا۔ مگر خاموش ہی رہا۔ دولت آباد میں جب کار کی رفتار کم ہو گئی تو اس نے موقع مناسب دیکھ کر کچھ کہنا چاہا تھا پھر جب فریدی کے رویہ سے غصہ کا اظہار نہ ہوا تو اس کی زبان چل ہی پڑی۔

"آپ نے اس وقت میری ساری اسکیموں پر پانی پھیر دیا۔ میں کچھ سمجھ ہی کر چار بجے گھر نہیں پہنچا تھا۔ کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ میں آپ کا کہنا ماننے سے گریز کرتا ہوں۔"

"نہیں تم تو بڑے سعادت مند فرزند دلبند ہو۔" فریدی نے کہا۔ لیکن حمید لہجے سے اندازہ نہ کر سکا کہ وہ استہزائیہ تھا یا اس میں تلخی تھی۔

"آپ تو سمجھتے نہیں ہیں۔" اس نے اندھیرے ہی میں تیر پھینکا۔ "ایک ایسی لڑکی ہاتھ لگی ہے جو ان سے انتقام لینا چاہتی ہے۔ لیکن پولیس سے رابطہ نہیں قائم کر سکتی۔ کیونکہ اس کا اثر الٹا ہی ہوگا۔ یعنی وہ خود کسی مصیبت میں پڑ جائے گی اس کا بیان ہے کہ وہ لوگ پولیس کی پرواہ نہیں کرتے کیونکہ ان کے ہیڈ کوارٹر سے پولیس کی خاطر خواہ خدمت کی جاتی ہے۔"

"کیا وہ تمہیں ان لوگوں کے ہیڈ کوارٹر تک پہنچا سکے گی۔" فریدی نے پوچھا۔

"یہی تو اصل دشواری ہے کہ وہ ہیڈ کوارٹر کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتی۔"

"پھر تم اپنا وقت کیوں برباد کر رہے ہو۔"

"وہ ان مقامات سے واقف ہے جہاں سے کوکین تقسیم ہوتی ہے۔"

"ان مقامات سے تو میں بھی واقف ہوں.... پھر....؟"

"پھر یہ کہ مجھے سر کے بل کھڑے ہو کر گانا چاہئے....

بالم آن بسور مورے من میں"

حمید جھلا گیا.... تو گویا اس کی اتنی محنت برباد ہی ہوئی تھی۔

"لڑکی کہاں ہے۔" فریدی نے تھوڑی دیر بعد پوچھا۔

"اب تو شائد جہنم ہی میں ہوگی۔ میں فرائی فش میں اس کا انتظار کر رہا تھا۔ آپ اس طرح گھسیٹ لائے.... اگر ان لوگوں کے ہاتھ لگ گئی تو وہ اسے ختم ہی کر دیں گے۔"

"کیوں....؟"

اب حمید کو راحیلہ کی کہانی شروع سے دہرانی پڑی۔ فریدی خاموشی سے سنتا رہا۔ لیکن کار کی رفتار اب پھر تیز ہو گئی تھی۔ دفعتاً حمید کو احساس ہوا کہ کار تو یونہی بے مقصد شہر کی سڑکوں پر چکر لگاتی پھر رہی ہے، لیکن اس نے اپنی داستان جاری رکھی۔

پھر کہانی ختم ہو گئی۔ لیکن فریدی نے اس پر رائے زنی نہیں کی۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے اسے چڑیا چڑے کی کہانی سنائی گئی ہو۔

"کیا آپ کو یقین نہیں آیا۔" حمید نے جھلائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"تم نے یہ کیسے سمجھ لیا۔"

"آپ کی خاموشی....!"

"اف فوہ.... تو کیا اب میں تمہیں جوتے سے پیٹنا شروع کر دوں.... میں عموماً تمہاری غلطیوں پر خاموش ہی رہ جاتا ہوں۔"

"میں نے کون سی غلطی کی ہے۔"

"تمہیں اسے شاٹو میں نہ لے جانا چاہئے تھا۔ وہ عمارت بہت ہی خاص مواقع کے لئے ہے ویسے تمہاری اس کہانی میں صرف ایک ہی کام کی بات نظر آ رہی ہے۔"

"چلئے کچھ ہوا تو...." حمید نے تلخ لہجے میں کہا۔ "کیا میں اسے معلوم کر سکوں گا۔"

"یہی کہ یہ کیس ہمارے محکمہ تک کسی ایسے ہی بڑے آدمی کے ذریعہ پہنچا ہوگا جسے دو ایک دن کو کین نہ ملی ہوگی اور اس کا نشہ اکھڑ رہا ہوگا.... یہ کام اس لڑکی نے کیا تھا اگر تمہیں دھوکہ دینے کی کوشش نہیں کر رہی....!"

"دھوکہ.... یہ بات میری سمجھ میں نہیں آ سکی۔"

"میں تمہیں سمجھا سکتا ہوں.... اس سے پہلے بھی اکثر بعض جرائم پیشہ لوگوں نے ہمیں خواہ مخواہ دعوت دی ہے۔ حالانکہ ہم ان کے وجود سے بھی بے خبر تھے! لیکن خود انہیں ہماری طرف

سے خدشہ تھا۔ لہٰذا اس خدشے کو دور کرنے کے لئے انہوں نے خود ہی ہماری توجہ اپنی طرف مبذول کرائی تھی اور پھر ویسی ہی حرکتیں شروع کر دی تھیں جیسے کوئی کمزور پہلوان کسی طاقتور پہلوان کو زور کرنے کی دعوت دے کر اپنی قوت بڑھانے کی کوشش کرتا ہے۔"

"اوہ.... تو یہ لڑکی....!"

"ممکن ہے.... میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا۔ ان لوگوں کے پاس ایسے ہی ذرائع ہیں۔ ن کی بناء پر وہ میری اسکیموں سے قبل از وقت واقف ہو جاتے ہیں۔ میں ابھی تک ان کے خلاف و کچھ بھی کرتا رہا ہوں انہیں اس کی اطلاع ہوتی رہی ہے، حتیٰ کہ وہ گفتگو طشت از بام ہو جاتی ہے، جو میں اپنے آفیسروں سے کرتا ہوں۔ تم اس سے کس نتیجے پر پہنچو گے۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ فریدی نے کہا۔ "کیا وہ یہ نہیں چاہتا کہ میں اس کے مقابلے میں احساس ی کا شکار ہو جاؤں۔ خود کو بے بس محسوس کرنے لگوں۔ اس نے ایک خالص نفسیاتی طریقہ ختیار کیا ہے۔"

"ممکن ہے آپ کا اندازہ درست ہو....!" حمید نے کہا۔

"وہ سارے لوگ جن کے ذریعہ بزنس ہو رہا ہے میری نظروں میں آ گئے ہیں، اگر میں انہیں فتار کر لوں تو یہ اس کی سب سے بڑی فتح ہو گی اور وہ دوسرا گروہ تیار کر کے بزنس جاری رکھے .... فی الحال جو شخص بزنس کو کنٹرول کر رہا ہے اسے بھی میں جانتا ہوں۔"

فریدی نے اسے لائبریر کے متعلق بتاتے ہوئے کہا۔ "وہ بھی محض آلہ کار ہے اگر نہ ہوتا تو نی آسانی سے میری نظروں میں نہ آ جاتا۔"

"پھر آپ اس وقت کیا کرتے پھر رہے ہیں۔"

"اپنی بے بسی کا اظہار۔"

حمید کو فریدی کا یہ جملہ بہت گراں گذرا لیکن وہ کچھ بولا نہیں۔ وہ راحیلہ کے متعلق بھی وچ رہا تھا۔ کیا اس کے معاملہ میں اس نے دھوکا کھایا تھا۔ کیا وہ اسی لئے اس گروہ کی کہانی لے کر ں کے پاس آئی تھی کہ اس کی ہمدردیاں حاصل کر سکے اور پھر.... مگر وہ تو اسے جنگل میں ملی ی۔ کیا یہ ممکن تھا کہ اسے پہلے ہی سے معلوم ہو گیا ہو کہ اس کی کار جنگل میں کسی مقام پر ناکارہ کر دہ جائے گی اور اسے وہاں رکنا پڑے گا.... یہ خیال مضحکہ خیز تھا۔ البتہ ہو سکتا تھا کہ وہ پہلے

ہی سے اس کی تاک میں رہی ہو اور تار جام جاتے وقت اس کا تعاقب کیا گیا ہو۔ پھر جب کار بگڑ گئی تو ان لوگوں نے اپنی اسکیم بدل کر وہیں کھیل شروع کر دیا۔

"تو کیا اس لڑکی کو اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔" حمید نے پوچھا۔

"کیا تمہاری دانست میں وہ شاٹو واپس چلی گئی ہو گی۔" فریدی نے پوچھا۔

"وہاں مجھے نہ پا کر یقیناً واپس گئی ہو گی! شاٹو کی کنجی اسی کے پرس میں تھی۔"

"کنجی بھی اسے دے دی۔" فریدی نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"اگر اس کی ٹھوڑی پر تل ہوتا تو جان تک دے دیتا۔" حمید نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"مت بکو....!"

"ٹھہریئے! میں کسی ٹیلی فون بوتھ سے معلوم کروں گا کہ وہ وہاں پہنچی یا نہیں یا پھر وہیں چلئے! آپ بھی ایک نظر دیکھ لیجئے گا۔"

"لیکن اگر مجھے اس کی ٹھوڑی پر تل نظر آ گیا تو میں تمہاری گردن اڑا دوں گا۔"

"اس کے چھینکنے کا انداز بڑے غضب کا ہے۔ یہ تو معلوم ہی نہیں ہوتا کہ اسے چھینک آئی ہے۔ بس ایسا لگتا ہے جیسے کسی کٹکھنے کتے نے "بف" کی ہو۔"

"تم اپنی ساری زندگی انہیں لغویات میں بسر کر دو گے۔"

"ستارے.... کرنل صاحب۔ میں مجبور ہوں۔"

فریدی نے کار ایک جگہ روک دی۔

"کیوں....؟" حمید نے پوچھا۔

"بائیں جانب ٹیلی فون بوتھ ہے۔" فریدی نے بیزاری سے کہا۔ لیکن حمید کو اس کی یہ فراخدلی بڑی حیرت انگیز معلوم ہوئی تھی۔ وہ چپ چاپ گاڑی سے اتر کر بوتھ میں آیا اور انسٹرو میں سکہ ڈال کر شاٹو کے نمبر رنگ کئے.... آٹھ یا دس سیکنڈ بعد دوسری طرف سے ریسیور اٹھایا گیا۔

"ہیلو....!" کسی مرد کی بھرائی ہوئی سی آواز آئی اور حمید کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں لیکن فوراً ہی سنبھل کر کسی لڑکی کی سی نہایت سریلی آواز میں بولا۔ "کیا ڈاکٹر زیٹو تشریف رکھتے ہیں۔"

"میں زیٹو بول رہا ہوں۔"

"مگر تمہاری آواز کو کیا ہوا ہے۔" حمید نے کہا۔

"اوہ.... میں بیمار ہوں.... بہت شدید زکام ہوا ہے۔"

"کیا تم نے مجھے نہیں پہچانا ڈیئر....!" حمید نے کہا۔ "میں سلویا ہوں۔"

"اوہ.... سلویا.... تم.... کیوں کیا بات ہے۔"

"میں آرہی ہوں.... ڈارلنگ.... تم بیمار ہو تو تم نے مجھے کیوں اطلاع نہیں دی تھی۔"

"کوئی بات نہیں ہے.... میں ٹھیک ہو جاؤں گا۔"

"نہیں میں آرہی ہوں...." حمید نے کہا۔ "میں تمہاری دیکھ بھال کروں گی۔"

"نہیں تم مت آنا.... موقع نہیں ہے۔"

"آہا.... میں سمجھی کوئی اور ہو گی۔" حمید نے جلے کٹے لہجے میں کہا۔ "اچھا تو تم جہنم میں جاؤ۔"

اور پھر وہ سلسلہ منقطع کر کے بوتھ سے باہر آگیا۔

اس نے فریدی سے بھی اس کا تذکرہ کیا۔ لیکن فریدی کا جواب غیر متوقع تھا۔ وہ سمجھا تھا کہ س کی بات ختم ہوتے ہی فریدی گاڑی کا رخ ماڈل ٹاؤن کی طرف پھیر دے گا لیکن ایسا نہیں ہوا۔

"کیا تم وہاں جانا چاہتے ہو....!" فریدی نے تھوڑی دیر بعد پوچھا۔

"اور آپ....!"

"میرے پاس برباد کرنے کیلئے بالکل وقت نہیں ہوا کرتا۔" فریدی کا لہجہ بے حد خشک تھا۔

"گویا آپ اسے کوئی اہمیت نہیں دیتے۔"

"نہیں.... مجھے صرف ہیڈ کوارٹر کی فکر ہے.... اگر اس کا پتہ نہ چلا تو یہ بزنس حشر تک ری رہے گا۔ گروہ ٹوٹتے اور بنتے رہیں گے.... آج رات میں پھر مختلف اڈوں پر چھان بین وں گا اور وہ نامعلوم آدمی میری اس بھاگ دوڑ پر بے حد مسرور ہو گا۔ میری بے بسی پر قہقہے ئے گا.... میں تمہیں کہاں اتاروں۔"

حمید کچھ کہنے ہی والا تھا کہ دفعتاً ڈیش بورڈ کے بائیں گوشے سے آواز آئی۔ "ہیلو.... ہارڈ ن سر.... ہیلو ہیلو....!"

آواز کسی غیر ملکی کی معلوم ہوتی تھی.... فریدی نے کہا۔ "یس .... ہارڈ اسٹون.... ر....!"

"ایل.... اپنے فلیٹ میں نہیں ہے۔ لیکن اسے باہر جاتے بھی نہیں دیکھا گیا.... اوور۔"

"فکر مت کرو.... فلیٹ کی نگرانی جاری رہے گی.... اوور....!"

"اوور اینڈ آل....!" دوسری طرف سے آواز آئی اور پھر سناٹا چھا گیا۔

"بلیک فورس....!" حمید آہستہ سے بولا۔

"قطعی....!" فریدی نے کہا اور پھر اپنا وہی سوال دہرایا کہ حمید کو کہاں اتار دیا جائے۔ حمید نے جھلا کر کہا۔

"تو پھر آپ نے مجھے اس طرح گھسیٹا کیوں تھا۔"

"صرف اپنا طریق کار تم پر واضح کرنا چاہتا تھا کہ تم کہیں کوئی ٹھوکر نہ کھاؤ۔"

"پھر میرا طریق کار کیا ہوگا۔"

"نہایت اطمینان سے چچی کی انگلیوں پر ناچتے رہو۔ جو کچھ وہ کہے آنکھیں بند کر کے کرو۔ اگر وہ کہے کہ وہ انڈے دینا چاہتی ہے تو ہرگز نہ کہو کہ وہ مرغیوں کا حق چھین رہی ہے.... کہاں اتار دوں۔"

"موڈل کالونی میں.....!" حمید نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

اور پھر دس منٹ بعد اسے موڈل کالونی کے قریب اتار دیا گیا۔ حمید نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کہ کار زائیں سے چکنی سڑک پر پھیلتی چلی گئی۔ اس نے دونوں مٹھیاں بھینچ کر سر پر دو تین گھونسے لگائے اور شاٹو کی طرف چل پڑا۔

اس کی رفتار تیز نہیں تھی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ وہاں سے بولنے والے مرد سے وہ کس طرح پیش آئے گا۔ لیکن کیا راحیلہ ہی اسے اپنے ساتھ لے گئی ہوگی۔ اگر فریدی کا خیال صحیح تھا تو اسے بہت زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔ وہ پندرہ منٹ بعد شاٹو کی کمپاؤنڈ میں داخل ہو گیا۔ پھاٹک کھلا ہوا تھا۔ اسے کمپاؤنڈ میں ایک کار بھی نظر آئی.... وہ احتیاطاً زمین پر گر کر سینے کے بل پورچ کی طرف رینگنے لگا.... صدر دروازہ بھی اسے کھلا ہوا ملا۔ لیکن راہداری تاریک پڑی تھی.... وہ پورچ میں داخل ہوا اور برآمدے میں داخل ہونے کے لئے تین سیڑھیاں طے کر جانے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ اچانک پورچ کے سامنے والی محراب میں ایک سایہ نظر آیا، جو غالباً ستون کی آڑ سے نکلا تھا۔ حمید زمین سے چپک کر رہ گیا اس نے اپنی سانسیں روک لیں! سائے کی پشت اس طرف تھی اور چہرہ پھاٹک کی جانب۔

دفعتاً حمید نے اپنا وزنی ریوالور نکالا اور اسے نال سے پکڑ کر کسی قسم کی آواز پیدا کئے بغیر.... سائے کی طرف رینگنے لگا۔ رات سائیں سائیں کر رہی تھی اور وہ سایہ ایسے ماحول میں مصر کے ابوالہول سے کسی طرح کم نہیں معلوم ہو رہا تھا۔

حمید اس کے قریب پہنچ کر اس بُری طرح جھنجھلا گیا جیسے بجلی سی چمک گئی ہو۔ ساتھ ہی ریوالور کا دستہ بھرپور قوت سے سر کے پچھلے حصہ پر پڑا تھا.... وہ نامعلوم آدمی دھم سے زمین پر چلا آیا اس کے حلق سے ہلکی سی بھی آواز نہیں نکلی تھی.... حمید نے اپنے کارنامے کو زیادہ جاندار بنانے کے لئے دو تین ضربیں اور رسید کر دیں۔ سایہ بے حس و حرکت ہو چکا تھا اور کم از کم حمید کو اپنی قوت پر اتنا اعتماد تو تھا ہی کہ وہ اس کے آدھے گھنٹے تک ہوش میں نہ آجانے کی پیشین گوئی بہ آسانی کر سکتا تھا.... اب وہ صدر دروازے کی طرف متوجہ ہوا۔

راہداری میں پہنچ کر سیدھا کھڑا ہو گیا۔ اس کے بعد کمرہ ہی تھا اور دروازہ کی درمیانی جھری میں روشنی نظر آرہی تھی۔ اس جھری سے حمید نے اندازہ کر لیا کہ دروازہ اندر سے بولٹ نہیں ہے۔ دفعتاً اندر سے کسی مرد کی آواز آئی۔ "تو تم نہیں بتاؤ گی۔"

"جو کچھ میں نہیں جانتی کیسے بتاؤں گی۔" راحیلہ کی کپکپاتی ہوئی سی آواز آئی۔

یک بیک حمید نے دروازے پر ٹھوکر ماری۔ دونوں پاٹ کھل گئے۔ اس نے دو نقاب پوشوں کو اچھل کر پیچھے ہٹتے دیکھا۔ ریوالور تو تھا ہی اس کے ہاتھ میں۔ ایک ہاتھ جیب کی طرف جا ہی رہا تھا کہ حمید نے گرج کر کہا۔ "اپنے ہاتھ اٹھاؤ۔"

دونوں کے ہاتھ اٹھ گئے۔ راحیلہ فرش پر پڑی ہانپ رہی تھی۔ اس نے سر اٹھا کر حمید کی طرف دیکھا اور اس کے ہونٹوں پر ایسی مسکراہٹ پھیل گئی جیسے اب بچوں کی طرح قلقاریاں بھی مارنے لگے گی۔

"تم اٹھو سوئٹی۔" حمید نے ان دونوں پر سے نظریں ہٹائے بغیر کہا۔ "کچن میں پتلی ڈوری کا ایک لچھا ہے اسے اٹھا لاؤ۔ جلدی کرو۔"

راحیلہ چپ چاپ اٹھ کر باہر نکل گئی.... اور حمید انہیں ریوالور کی زد میں لئے کھڑا رہا۔

ایک نے پھر اپنا ایک ہاتھ نیچے گرانے کی کوشش کی ہی تھی کہ حمید کسی سانپ کی طرح پھنکارا۔ "یہ ریوالور بے آواز ہے ہٹو.... مجھے فائر کر دینے میں ذرہ برابر بھی ہچکچاہٹ نہیں

محسوس ہو گی۔ کیا تم مجھے نہیں جانتے۔"

"نہیں....!" ایک آدمی بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"ڈاکٹر زیٹو نام ہے۔ بڑے بدنصیب ہو اگر پہلے کبھی تم نے یہ نام نہ سنا ہو۔"

"بیکار بات بڑھ گئی ہے مسٹر....!" ایک نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "یہ محترمہ ایک ایسی عورت کے بارے میں پوچھ گچھ کرتی پھر رہی تھیں جس کی ہمیں تلاش تھی۔ ہم ان سے صرف یہ پوچھنا چاہتے تھے کہ وہ اسے کیسے جانتی ہیں اور وہ اپنے گھر کے علاوہ اور کہاں مل سکے گی۔ لیکن انہوں نے نہیں بتایا۔"

حمید نے پلکیں جھپکائیں.... بات اس کے پلے نہیں پڑی تھی۔

دو لاکھ

راحیلہ ڈور کا لچھا لئے ہوئے کمرے میں داخل ہوئی۔

حمید نے اس سے پوچھا۔ "یہ شریف آدمی تم سے کس عورت کا پتہ پوچھ رہے تھے جس کا پتہ تم نے نہیں بتایا۔"

"میری ایک سہیلی ہے راحیلہ....!" راحیلہ نے کہا۔ "میں اس کے گھر گئی تھی۔ فلیٹ مقفل تھا۔ میں نے اس کے پڑوسیوں سے اس کے بارے میں پوچھا تھا۔ میں نہیں جانتی کہ یہ لوگ کون ہیں اور اس کا پتہ مجھ سے کیوں معلوم کرنا چاہتے ہیں۔"

راحیلہ کی آواز حیرت انگیز طور پر بدلی ہوئی تھی۔ حمید نے اندازہ کر لیا کہ وہ میک اپ میں نہیں پہچانی جا سکی۔

"لیکن تم نے تو آج تک کسی ایسی سہیلی کا تذکرہ مجھ سے نہیں کیا جس کا نام راحیلہ ہو۔"

"تم میری ساری سہیلیوں کو کب جانتے ہو۔"

"مجھ سے سنئے جناب۔" ایک نقاب پوش چہک کر بولا۔ "یہ راحیلہ وہ عورت ہے جس نے درجنوں شریف عورتوں کو برباد کر دیا ہے.... ظاہر ہے کہ وہ شریف عورتیں اپنے شوہروں سے اس کا تذکرہ کیوں کرنے لگیں.... انہیں اس کی بدولت روزانہ نئے نئے مرد ملتے ہیں۔"

حمید کے سینے میں ایک زبردست قسم کے قہقہے کا خون ہو گیا۔ وہ اسے گھٹنے کی کوشش رہے تھے۔ بہر حال اس سے حمید کو اندازہ لگانے میں دشواری نہیں ہوئی کہ وہ ان دونوں کے لئے اجنبی ہے۔ یعنی وہ اسے ایک پولیس آفیسر کی حیثیت سے نہیں جانتے۔

"کیوں....!" حمید راحیلہ کو مخاطب کر کے غرایا۔

"یہ جھوٹے ہیں۔" راحیلہ مسکرا کر بولی۔ "کیوں ڈیئر.... کیا تم مجھ پر اعتماد نہیں کرتے۔"

"بالکل کرتا ہوں.... تم فکر نہ کرو۔" حمید نے کہا اور پھر ریوالور کو جنبش دے کر ایک ب پوش سے بولا۔ "اپنے ساتھی کے ہاتھ پشت پر باندھ دو۔ دیر نہیں ہونی چاہئے۔"

"ایسا کر کے تم پچھتاؤ گے دوست۔" نقاب پوش نے مضحکہ اڑانے کے سے انداز میں کہا۔

"پچھتاتے وقت تم مجھے ضرور یاد آؤ گے اطمینان رکھو۔ لیکن فی الحال میرا حکم ٹالنے کی شش نہ کرو۔ ڈاکٹر زیٹو خطرناک آدمی ہے۔ اس کا نشانہ کبھی خطا نہیں کرتا۔ اندھیرے میں مجھے از دے کر کسی سمت بھی بھاگ نکلو۔ میرے ریوالور کی گولی تمہاری کنپٹی ضرور سہلائے گی۔ ....اسے باندھ دو۔"

"تم آخر ہو کون....!" دوسرے نقاب پوش کی آواز میں کپکپاہٹ تھی۔

"ڈاکٹر زیٹو.... جس کی مدد کے بغیر راحیلہ ایک قدم بھی نہیں چل سکتی۔ جس کی پشت پر بہت بڑا گروہ ہے، جو تمہارے تابوت کے لئے آخری کیل ثابت ہو گا اور اگر تم مجھ سے تاکرنا چاہو تو اس کے لئے دوسری صورت ہے۔ بولو تیار ہو۔"

"کیسا سمجھوتہ۔"

"میرے گروہ میں آملو.... دوہرا فائدہ.... میں لائبر کی طرح کنجوس نہیں ہوں۔"

"کون لائبر....!" دونوں نے بیک وقت کہا۔

"تم نہیں جانتے.... میں جانتا ہوں.... تمہارے ہیڈ کوارٹر کی بات کر رہا ہوں، جسے یب بمبارٹ کروں گا۔"

"سمجھوتے کی کیا صورت ہو گی۔" ایک نے پوچھا۔

حمید نے جیب سے ایک نوٹ بک نکال کر اس کے سامنے فرش پر ڈالتے ہوئے کہا۔ "اسے "دونوں بیک وقت اس پر جھک پڑے اور حمید نے ان پر چھلانگ لگا دی ایک کے سر پر ریوالور کا

دستہ پوری قوت سے پڑا اور دوسرے کی گردن پر بایاں ہاتھ.... دونوں ہی منہ کے بل فرش گرے.... جس کے سر پر ریوالور کا دستہ پڑا تھا وہ تو اپنی جگہ سے ہل بھی نہ سکا۔ لیکن دوسرے۔ حمید کی ٹانگ پکڑلی اور وہ دھم سے اسی پر آرہا پھر گرتے گرتے اس نے اس پر بھی ریوالور کے د سے قوت آزمائی کی.... لیکن وہ کچھ سخت جان تھا.... دونوں ہاتھ ٹیک کر اٹھنے کی کوشش کر لگا.... اس بار حمید کی ٹھوکر نے اسے بھی بے حس و حرکت کر دیا۔

راحیلہ دروازے میں کھڑی ہانپ رہی تھی بالکل ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے یہ ساری د چوکڑی اسی نے مچائی ہو اور اب تھک جانے کے بعد اپنی سانسوں پر قابو پانے کی کوشش کر رہی ہو

حمید اس کی طرف دھیان دیئے بغیر ان دونوں بے ہوش نقاب پوشوں پر جھک پڑا۔ وہ بڑ تیزی سے ان کے ہاتھ اور پیر باندھ رہا تھا۔ ان سے فرصت پالینے کے بعد اسے وہ آدمی یاد آیا۔ وہ پورچ میں ڈال آیا تھا۔

"یہیں ٹھہرو....!" حمید راحیلہ سے کہتا ہوا باہر نکل گیا۔ راحیلہ کے ہونٹ تو ہلے ۔ آواز نہ نکل سکی۔ کیونکہ اتنی دیر میں حمید راہداری پار کر چکا تھا۔

پھر وہ تیسرے بیہوش آدمی کو بھی وہیں کھینچ لایا اس کے چہرے پر بھی نقاب تھی۔

"یہ کہاں تھا۔" راحیلہ نے حیرت سے کہا۔

حمید کوئی جواب دیئے بغیر اسے بھی باندھنے لگا اور جب باندھ چکا تو راحیلہ کے دونوں ہا پکڑ کر بولا۔ "آؤ۔"

اور پھر اس نے حلق سے بینڈ کی دھنیں نکالتے ہوئے رمبا ناچنا شروع کر دیا۔

"ارے... کیا کرتے ہو... ٹھہرو... ٹھہرو۔" راحیلہ ہانپتی ہوئی بولی۔ "تم آدمی ہو.... یا....

"ناچو.... اس وقت اسی طرح میرا خون ٹھنڈا ہو سکتا ہے...." حمید نے غصیلے لہجے میں ک "ورنہ میں تمہیں بھی پھاڑ کھاؤں گا.... ناچو.... ناچتی رہو.... تارا.... رم .... تارم. تارا.... رم....!"

راحیلہ کی آنکھوں میں بے بسی نظر آنے لگی۔ لیکن اس کے ہونٹوں پر جھینپی ہوئی مسکراہٹ تھی۔ پھر اچانک وہ بے حد سنجیدہ نظر آنے لگی۔ لیکن اس وقت حمید کی حیرت کی انہ رہی، جب اس نے بڑی تیزی سے اپنے ہاتھ چھڑائے اور دیوار سے جا لگی۔ اس کی آنکھیں خو

سے پھیلی ہوئی تھیں۔ ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے اسے خدشہ ہو کہ کہیں حمید کتوں کی طرح غراتا ہوا اسے کاٹ لے اور بھنبھوڑنا نہ شروع کر دے۔

پھر اس کے ہونٹ ہلے اور وہ مضمحل سی آواز میں بولی۔ "خدا کے لئے مجھ سے دور رہو۔ تمہاری آنکھوں سے دیوانگی ٹپک رہی ہے۔ تم نے فرائی فش میں میرا انتظار کیوں نہیں کیا تھا اور اب تک کہاں تھے۔"

حمید اسے کوئی جواب دیئے بغیر اپنی نوٹ بک اٹھانے کے لئے جھکا۔

اور پھر اسے کوٹ کی اندرونی جیب میں رکھ کر تمباکو کی پاؤچ اور پائپ نکالے۔ "میری طرف دیکھو.... میری بات کا جواب دو۔"

"کیا تم ان کی نقاب کشائی نہیں کرو گی.... جان فادر۔" حمید نے خشک لہجے میں کہا۔

"تم ہی دیکھو.... میں تو نہیں ہاتھ بھی نہیں لگاؤں گی۔"

"ڈرتی ہو! کہیں کوئی جان پہچان والا نہ نکل آئے۔"

"سنو.... میری طرف دیکھو۔ میں ڈرتی ہوں کہ کہیں دوسرے جال میں تو نہیں پھنس گئی۔"

"یقیناً....!" حمید مسکرایا۔ "کیا تم نے ابھی نہیں سنا کہ میرا گروہ بھی کوکین کا کاروبار کرتا ہے لہٰذا میں نے ان سے یہ سمجھوتہ کیا ہے۔"

اس نے بیہوش نقاب پوشوں کی طرف اشارہ کیا پھر تیز لہجے میں پوچھا۔ "تم اپنے فلیٹ کی طرف کیوں گئی تھیں۔"

"دیوانگی.... پاگل پن.... خبط جو چاہو کہہ لو۔ میں تو بس اس کا اندازہ کرنے گئی تھی کہ دیکھوں میرے پڑوسی بھی مجھے پہچان سکتے ہیں یا نہیں۔ اس کے لئے ضروری تھا کہ میں انہیں کچھ دیر روک کر ان سے گفتگو کرتی۔ ظاہر ہے کہ موضوع گفتگو بھی میں خود ہی کو بنا سکتی تھی۔ میں ان سے اپنے متعلق سوالات کرتی رہی یہ لوگ بھی میری ہی تاک میں تھے لیکن مجھے میک اپ میں نہ پہچان سکے۔ پھر شاید انہوں نے سوچا کہ مجھ سے ہی وہ راحیلہ کے متعلق کچھ معلوم کر سکیں اس لئے پیچھے لگ گئے.... بس میں ایک لڑکی کی کال کا جواب ہی دے رہی تھی کہ وہ اندر گھس آئے اور مجھ سے راحیلہ کے بارے میں پوچھ گچھ کرنے لگے۔"

"تم نے یہاں کسی لڑکی کی کال ریسیو کی تھی۔" حمید اسے گھورتا ہوا بولا۔

"ہاں! وہ تمہارے متعلق پوچھ رہی تھی.... میں نے مردانی آواز بنا کر اس سے گفتگو کی تھی۔"

حمید نے ایک طویل سانس لی اور ہونٹ بھینچ کر کرسی پر اکڑوں بیٹھ گیا۔

"آواز بڑے مزے سے بدل سکتی ہو۔" اس نے کچھ دیر بعد اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ "اپنی اسی حماقت کی بناء پر تم اس وقت بچ گئیں ورنہ یہ لوگ تمہاری جیلی بنا کر رکھ دیتے۔"

"کیا مطلب....!"

"میں نے جب تمہیں فون کیا تو جواب میں ایک مرد کی آواز سنائی دی۔ میں نے بھی یہی مناسب سمجھا کہ سر پر دوپٹہ ڈال لوں۔"

"تو وہ تم تھے۔" راحیلہ نے حیرت سے کہا۔

"نہیں وہ میں تھی۔" حمید نے ناک پر انگلی رکھ کر زنانی آواز کی نقل اتاری اور راحیلہ ہنس پڑی لیکن پھر فوراً ہی سنجیدہ بھی ہو گئی۔

"ان کا کیا ہو گا....!" اس نے نقاب پوشوں کی طرف اشارہ کیا۔

"ان کا تیل نکال کر سوا ڈھائی آنے فی تولہ کے حساب سے فروخت کروں گا اور اس کی آمدنی سے ایک یتیم خانہ چلے گا اور یتیم خانہ کی آمدنی سے۔"

"مخ.... خر.... غاؤں....!" وہ منہ پر دونوں ہاتھ رکھ کر دوہری ہو گئی۔

پہلے تو حمید نے اسے بوکھلائی ہوئی نظروں سے دیکھا.... پھر جلد ہی سمجھ گیا کہ اسے چھینک آئی تھی۔

"خدا غارت کرے تمہیں۔" وہ سیدھی ہو کر نتھنے پھڑکاتی ہوئی بولی۔ "تم مجھے قاعدے سے چھینکیں بھی نہیں لینے دیتے۔" پھر اسے خود ہی اپنے جملے پر ہنسی آ گئی۔

حمید اٹھ کر ان تینوں کے چہروں سے نقاب ہٹانے لگا....

پھر اس نے راحیلہ کی طرف غور سے دیکھا۔

"نہیں.... میں انہیں نہیں جانتی۔ اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ ہو سکتا ہے کہ یہ ہیڈ کوارٹر کے آدمی ہوں یا کسی ایسے حلقے سے تعلق رکھتے ہوں جس کا علم مجھے نہ ہو۔"

"یا پھر یہ بات ہو سکتی ہے کہ اپنے بیان میں مزید زور پیدا کرنے کے لئے یہ ڈرامہ بھی ضروری تھا۔"

"کیا مطلب....!"

"تم مجھے دھوکا نہیں دے سکتیں۔" حمید اس کی طرف تیزی سے بڑھا اور وہ سہم کر ایک طرف ہٹ گئی۔

"تم پتہ نہیں کیا کہہ رہے ہو۔"

"ڈاکٹر زیٹو کو مشکل سے اُلو بنایا جاسکتا ہے۔"

"خدا کے لئے مجھے بتاؤ کہ تمہارے دل میں کیا ہے۔" وہ رو دینے والے انداز میں بولی۔ "تم سے بڑا خوف معلوم ہوتا ہے۔"

"تم ڈاکٹر زیٹو کے کسی دشمن کی جاسوسہ ہو۔"

"اے زیٹو! ایسی باتیں نہ کرو۔ ورنہ میں ابھی یہاں سے چلی جاؤں گی۔ میک اپ ختم کردوں گی اور تم صبح تک میرے قتل کی خبر سن لینا۔ میں نے پتہ نہیں اب تک کس طرح خود کو بچایا ہے۔"

دفعتاً کسی نے باہر سے گھنٹی بجائی اور حمید نے اسے کہا۔ "تم کچن میں جاکر دروازہ اندر سے بولٹ کرلو.... جاؤ....!"

"نہیں.... میں تمہیں تنہا نہیں چھوڑ سکتی۔"

"جاؤ.... ہوسکتا ہے کہ بعد میں مجھے تمہاری مدد کی ضرورت پیش آئے۔ تمہارے پاس پستول موجود ہے نا.... جاؤ۔"

گھنٹی پھر بجی اور وہ دوڑتی ہوئی کچن کی طرف چلی گئی۔ پھر حمید نے دروازہ بند ہونے کی آواز سنی۔

وہ راہداری سے گزر کر صدر دروازے کی طرف آیا۔ گھنٹی تیسری بار بجی۔

"کون ہے۔" اس نے گرجدار آواز میں پوچھا۔

"باہر آؤ فرزند....!" یہ فریدی کی آواز تھی۔

حمید دروازہ کھول کر باہر آگیا اور فریدی نے کہا۔ "لڑکی ٹھیک معلوم ہوتی ہے اسے بور نہ کرو۔"

"آپ کیا جانیں۔"

"چند منٹ پہلے میں چھت پر تھا اور روشندان سے میں نے سب کچھ دیکھا ہے ان تینوں کو تم فی الحال یہیں بند رکھو۔ تمہاری عدم موجودگی میں بھی ان کی نگرانی ہوتی رہے گی اور اب تمہیں بھی میک اپ میں ہی رہنا چاہئے.... یہ ہدایت رکھو۔ اس میں وہ اڈے درج ہیں، جہاں سے

ٹوگمین کا کاروبار ہوتا ہے.... وہاں ہیجان برپا کرنے کی کوشش کرو۔ فائرنگ بھی ہو تو بہتر ہے۔ ایک خیال رکھو کہ کوئی مرنے نہ پائے.... مگر تم یہ سب کچھ میک اپ ہی میں رہ کر کرو گے، قیام اس عمارت میں رہے گا لیکن یہاں بھی تم اب میک اپ ہی میں نظر آؤ گے۔ اڈوں پر تم جو کچھ بھی کر سکتے ہو کرو لیکن نام اسی لڑکی کا استعمال کیا جائے۔ اچھا اب میں چلا.... ان لوگوں کی کار یہاں کمپاؤنڈ میں موجود ہے، اسے لے جا رہا ہوں۔ شہر کے کسی دوسرے حصہ میں چھوڑ دی جائے گی۔"

"شکریہ.... آپ نے مجھے بڑی دردسری سے بچالیا۔" حمید نے طویل سانس لی۔

دوسری صبح فریدی پھر اچانک سنگ سنگ بار میں داخل ہوا۔ ڈگبی کاؤنٹر پر موجود تھا۔ فریدی کی شکل دیکھتے ہی اس کا چہرہ زرد ہو گیا۔

لیکن آج اس میں اس سے آنکھیں ملانے کی بھی ہمت نہیں تھی۔

فریدی نے اسے دوسرے کمرے میں چلنے کا اشارہ کیا اور اس نے چپ چاپ تعمیل کی۔

فریدی اس کے بعد کمرے میں داخل ہوا۔

"میں آج کیش لے جاؤں گا کرنل....!"

"کہاں....؟"

"فی الحال تو کمالی.... لیکن.... جاتے جاتے وہ کم از کم دس جگہیں بدلے گا.... مگر کرنل کیا آپ ٹیلی فون ایکسچینج سے اس کا پتہ نہیں لگا سکتے کہ وہ کس نمبر سے بولتا ہے۔"

"نہیں.... میرا خیال ہے کہ وہ اپنا ذاتی ایکسچینج رکھتا ہے اور اس کا محکمہ کے ایکسچینج سے کوئی تعلق نہیں۔ محکمے کے ایکسچینج پر میں کوشش کر چکا ہوں۔"

"پھر بتائیے میں آپ کو کس طرح اطلاع دوں گا کہ مجھے کیش لے کر کہاں جانا ہے۔"

"کتنی رقم ہے۔"

"دو لاکھ.... سو سو کے نوٹوں کی شکل میں۔"

"کتنے دنوں کی آمدنی ہے۔"

"صرف چار دن کی.... وہ ہر چوتھے دن قیمت لے لیتا ہے۔"

"تمہارا کیش کتنا ہے۔"

"دس ہزار....!"

"بُرے نہیں ہیں۔" فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔

"لیکن آخر آپ مجھے کب گرفتار کریں گے۔"

"تمہیں گرفتار کرنے سے کیا فائدہ.... ڈگبی! تم نہ ہو گے تو کوئی دوسرا تمہاری جگہ لے گا۔"

"مگر آپکی اس دن کی گفتگو سے میں نے اندازہ لگایا تھا کہ آپ ہمارے باس سے واقف ہیں۔"

"ہاں میں ایک آدمی سے واقف ہوں، جو صرف تمہارا منیجر ہو سکتا ہے باس نہیں۔"

ڈگبی تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ "میں آپ کو کس طرح اطلاع دوں۔"

"تھری زیرو پر رنگ کر لینا۔"

"کبھی کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ چلنے سے آدھ گھنٹہ پہلے مجھے آخری جگہ معلوم ہوئی ہے اور اس آخری جگہ پر پہنچا ہوں تو وہاں اس کا خط ملا ہے جس میں کسی دوسری جگہ پہنچنے کی ہدایت ہوتی ہے۔"

"بہت چالاک ہے۔" فریدی بڑبڑایا.... پھر بولا۔ "تم تھری زیرو پر فون کر کے وہاں چلے جانا.... اس کے بعد میں دیکھوں گا۔"

"آپ یقین کیجئے کہ میں آپ کو دھوکہ دینے کی کوشش نہیں کر رہا۔" ڈگبی نے اسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"مجھے یقین ہے ڈگبی، میں تم پر اعتماد کرتا ہوں۔"

فریدی کے چلے جانے پر ڈگبی پھر کاؤنٹر پر آ گیا! تھوڑی دیر بعد ایک آدمی ایک میز سے اٹھ کر کاؤنٹر پر آیا۔

"اس نے تو بس مجھے ہی تاک لیا ہے۔" ڈگبی نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"کیوں.... کیا کہہ رہا تھا۔" دوسرے آدمی نے پوچھا۔

"کچھ نہیں.... وہ شائد اسی چکر میں ہے کہ یہاں سے کچھ برآمد کرے۔"

"کچھ کہہ رہا تھا۔"

"بس آتا ہے، خواہ مخواہ کی دھونس دے کر چلا جاتا ہے۔ ابھی تک کھل کر کوئی بات نہیں کی۔"

"غالباً.... وہ کچھ برآمد ہی کر لینے کے چکر میں ہے۔ اسکے بغیر تو وہ ہمیں ہاتھ بھی نہ لگا سکے گا۔"

"مجھے ڈر ہے کہ کہیں میں کسی دن اس سے جھگڑا نہ کر بیٹھوں۔" ڈگی نے کہا۔ "خون اتر آ ہے آنکھوں میں اسے دیکھ کر۔"

"نہیں اس قسم کی کوئی حرکت نہ کرنا اس سے فائدہ ہی کیا۔ ہیڈ کوارٹر سے بھی ہدایت چکی ہے کہ اس سے جھگڑا نہ کیا جائے۔"

"مگر میرا خون تو کھولنے لگتا ہے! اور پھر بھئی! میں اسے بھی پسند نہیں کرتا کہ اس کی آمد ورفت کی وجہ سے میری بار بدنام ہو۔ یہ کوکین کے دھندے آج ہیں کل نہ ہوں گے۔ زندگی تو اسی بسر کرنی ہے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں۔ پہلے تو مجھ سے کہا گیا تھا کہ میں بے خوف وخ بزنس کر سکتا ہوں۔ پولیس کے کان پر جوں تک نہ رینگے گی، مگر اب یہ کیا ہو گیا۔"

"اوہ.... بزدلے پن کی بات نہ کرو ڈگی۔" دوسرے آدمی نے اس کے شانے پر ہاتھ مار کہا۔ "کیا ہم نے کبھی چوروں کی سی زندگی بسر کی ہے۔ ہمیشہ شہباز کی طرح جھپٹتے رہے ہیں۔"

"کھٹاک....!" ایک چمچماتا ہوا خنجر ان کے قریب ہی لکڑی کے کاؤنٹر میں پیوست ہو اور وہ اچھل کر پیچھے ہٹ گئے۔

بہتیرے لوگ جو ہال میں بیٹھے پی رہے تھے چونک کر کاؤنٹر کی طرف دیکھنے لگے لیکن شا واقعہ ان کی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔

ڈگی نے خنجر کے دستے سے بندھا ہوا کاغذ کھول لیا اور اسے جلدی جلدی پڑھنے لگا۔

"ڈگی! مجھے دو ہزار کی سخت ضرورت ہے۔ اپنے کسی ایسے آدمی سے
ٹھیک پانچ بجے شام کو آر لکچو میں بھجوا دو.... جسے میں پہچانتی ہوں۔ ورنہ
نو بجے رات تک سنگ سنگ بار کو جہنم کا نمونہ بنا دوں گی۔

راحیلہ۔"

"یہ حرام زادی اور جان کو آ گئی ہے۔" ڈگی کاؤنٹر پر گھونسہ مار کر بولا۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر کس کے بل بوتے پر یہ سب کچھ کرتی پھر رہی ہے دوسرے آدمی نے کہا۔

"تین چار دن ہوئے اس نے کیفے بلیارک میں دھوئیں کا بم پھینکا تھا۔ لوگ بوکھلا کر باہر

آئے۔ انہیں میں وہ آدمی بھی تھا جس کے پاس پیکٹ تھا اور وہ بھری پری سڑک پر اس کے ہاتھ سے پیکٹ چھین لے گئی تھی۔"

بڑا آدمی

تھری زیرو سے فریدی کو ٹرانسمیٹر پر اطلاع ملی کہ ڈگبی کو میونسپل گارڈن میں سفید ریچھ کے کٹہرے کے پاس پہنچنا ہے۔ فریدی جو میک اپ میں تھا میونسپل گارڈن کے لئے روانہ ہو گیا۔

ریچھوں کے کٹہرے کے پاس اسے ڈگبی نظر آیا تھا، جو ٹارچ کی روشنی میں کوئی چیز تلاش کر رہا تھا.... باغ پر اس وقت سناٹے کی حکمرانی تھی۔ کبھی کبھی کوئی جانور ہلکی آوازیں نکالتا اور خاموش ہو جاتا۔

مطلع بھی ابر آلود تھا اس لئے ہاتھ کو ہاتھ نہیں سجھائی دے رہا تھا۔

فریدی نے دیکھا کہ ڈگبی نے ایک جگہ سے کاغذ کا ٹکڑا اٹھایا ہے۔ ٹارچ کی روشنی کاغذ پر پڑ رہی تھی۔ پھر اس نے وہ کاغذ وہیں موڑ توڑ کر ڈال دیا اور الٹے پیروں پھاٹک کی طرف واپس آیا۔ فریدی کافی فاصلے سے اس کا تعاقب کر رہا تھا۔

فریدی کو یقین تھا کہ رقومات صرف وہی شخص وصول کرتا ہوگا، جو حقیقتاً اس تجارت کا ذمہ دار ہے اور وہ یقینی طور پر تنہا ہوتا ہوگا۔ کسی دوسرے کو ساتھ رکھنے میں راز داری کہاں رہ جائے گی۔ خود اس کا طریق کار بھی یہی ظاہر کر رہا تھا۔ وصولیابی کے لئے دن بھر میں پچیس جگہیں بدلتا تھا اور آخری جگہ بھی آخری نہیں ثابت ہوتی تھی.... وہاں اسے کسی تحریر کے ذریعہ کوئی دوسری جگہ بتائی جاتی تھی.... اور پھر بتائی ہوئی جگہ پر ڈگبی چمڑے کا سوٹ کیس رکھ کر وہاں سے بھاگ لیا کرتا تھا۔

ڈگبی کا بیان تھا کہ اسے فون پر دو مختلف آدمیوں سے احکامات ملا کرتے تھے وہ دونوں کی آوازوں میں بخوبی فرق کر سکتا تھا.... رقومات کی وصولیابی کے سلسلہ میں جو شخص گفتگو کرتا تھا اس کی آواز صرف وصولیابی ہی کے سلسلے میں سنی جاتی تھی.... کوکین کی فروخت کے بارے میں جو شخص احکامات صادر کرتا تھا اس کی آواز وصولیابی کی گفتگو کے سلسلہ میں کبھی نہیں سنی گئی تھی۔

ڈگبی کا یہ بیان فریدی کی توقعات ہی کے مطابق تھا۔

چونکہ اسے یقین تھا کہ اس وقت کوئی بھی اس کی نگرانی نہ کر رہا ہوگا اس لئے وہ بڑی لاپروائی سے ڈگبی کا تعاقب کر رہا تھا۔

وہ نامعلوم آدمی اتنا احمق نہیں ہو سکتا تھا کہ وصولیابی کے وقت ڈگبی کی نگرانی کرا کے اپنا راز بھی ظاہر کرا دیتا۔ ڈگبی ہی نے فریدی کو بتایا تھا کہ وصولیابی کے متعلق ہر اڈے کے سرغنہ کے علاوہ اور کسی کو علم نہیں ہونے پاتا کہ کون سا دن یا مقام مقرر کیا گیا ہے، اور یہ ڈگبی کا خیال تھا کہ کسی اڈے کے سرغنہ کو بھی یہ نہ معلوم ہونے دیا جاتا ہوگا کہ کسی دوسرے اڈے کی ادائیگی کے اوقات معلوم کرنے کی کوشش کیا کرتے تھے لیکن ان میں سے کوئی بھی اتنا بدھو نہیں تھا کہ دوسروں پر اپنی ادائیگی کا وقت یا مقام ظاہر کر دیتا۔

وہ اچھے لوگوں کی جماعت تو تھی نہیں کہ انہیں ایک دوسرے کا پاس و لحاظ ہوتا۔ اگر وہ ایک دوسرے کی ادائیگی کے وقت اور مقام سے واقف ہو جاتے تو روز ہی شہر کے کسی نہ کسی گوشے میں ایک لاش ملتی، جو کسی اڈے کے سرغنہ ہی کی ہوتی اور گروہ کے سربراہ کو آئے دن لمبے لمبے خساروں کا سامنا کرنا پڑتا اس لئے اس کی سخت ترین تنبیہہ تھی کہ سرغنے ادائیگی کے وقت اور مقام سے کسی کو بھی آگاہ نہ کریں۔

کسی میں بھی ہمت نہیں تھی کہ وہ ایک پائی کی بھی "بے ایمانی" کر سکتا! ڈگبی کا بیان تھا کہ آج تک اس کے اور باس کے حساب میں ایک آنے کا بھی فرق نہیں پڑا تھا۔ جتنی رقم وہ خود ہی فون پر بتاتا اتنی ہی رقم سرغنوں کے حساب سے بھی بنتی تھی۔ ڈگبی دوسروں کے متعلق وثوق سے نہیں کہہ سکتا تھا مگر خود اس کے حساب میں آج تک ذرہ برابر بھی فرق نہیں پڑا تھا....

ڈگبی نے میونسپل گارڈن سے نکل کر ایک ٹیکسی لی اور فریدی نے اسے ڈرائیور سے اونچی آواز میں کہتے سنا۔ "ریلوے اسٹیشن"

اب فریدی کو جلدی نہیں تھی۔ وہ اس سے پہلے بھی ریلوے اسٹیشن پہنچ سکتا تھا۔ جب ٹیکسی نظروں سے اوجھل ہو گئی تو اس نے بے آواز موٹر سائیکل سنبھالی اور مختصر ترین راستہ اختیار کرنے کے سلسلہ میں تنگ و تاریک گلیاں ناپنی شروع کر دیں۔

چونکہ اسے یقین تھا کہ مجرم تنہا ہی ہوگا اس لئے اس نے بھی تنہا ہی کام کرنا مناسب سمجھا

تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کے کسی آدمی کی لغزش کی بناء پر اسے نکل جانے کا موقع مل جائے۔

تھوڑی دیر بعد وہ ریلوے اسٹیشن پہنچ گیا اور پھر اسے تقریباً دس منٹ تک ڈگبی کی ٹیکسی کا انتظار کرنا پڑا.... ڈگبی سوٹ کیس سنبھالے ہوئے اس کے قریب ہی سے گذر گیا لیکن اسے نہیں پہچان سکا کیونکہ وہ ایک بوڑھے آدمی کے میک اپ میں تھا۔

پھر اس نے ڈگبی کو ونڈو پر ٹکٹ خریدتے دیکھا ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ سفر کا ارادہ رکھتا ہو۔

فریدی اس کے پیچھے تھوڑے فاصلے سے چلتا رہا۔

ڈگبی نے اندر پہنچ کر اس دور دراز پلیٹ فارم کا رخ کیا، جو عموماً ویران پڑا رہتا تھا۔ جہاں صرف مال گاڑیوں سے سامان اتارا جاتا تھا، لیکن کبھی کبھی دوسرے پلیٹ فارم خالی نہ ہونے کی بناء پر یہاں سواری گاڑیاں بھی رکا کرتی تھیں اور قلیوں کو یہاں سے سامان لاد کر گیٹ تک پہنچنے کے لئے ایک لمبا راستہ طے کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے انہوں نے اس پلیٹ فارم کا نام گدھا لائن رکھ دیا تھا۔ پھر یہ نام اتنا مشہور ہوا کہ ریلوے کے رجسٹروں اور کاغذات میں بھی اس کا اندراج گدھا لائن ہی کے نام سے ہونے لگا۔

پلیٹ فارم کا کچھ حصہ بالکل ہی تاریک تھا اس وقت یہاں ایک مال گاڑی بھی موجود تھی جس سے سامان اتار کر پلیٹ فارم پر جگہ جگہ ڈھیر کر دیا گیا تھا اور تین چار قلی اب بھی مختلف ڈبوں سے سامان نکال رہے تھے۔

ڈگبی پلیٹ فارم کے تاریک حصے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ پھر فریدی نے اسے بائیں جانب ئن پر اترتے دیکھا.... اسی طرف مال گاڑی بھی کھڑی ہوئی تھی۔ فریدی بھی دو ڈبوں کی ۔میانی خلاء سے دوسری طرف اتر گیا۔

تھوڑے ہی فاصلہ پر ڈگبی کا سایہ جھکا ہوا آرہا تھا۔ فریدی نے جگہ کا اندازہ کر لیا! یہاں دو ئنوں کے درمیان ایک پرانی قبر تھی جسے آج تک برقرار رکھا گیا تھا اس کے متعلق طرح طرح روائتیں مشہور تھیں۔ ہر سال اس قبر پر عرس کے سلسلہ میں ایک چھوٹا موٹا سا میلہ لگتا تھا اور یزوں کے دور میں یہ ضروری تھا کہ حلقے کا سب سے بڑا ریلوے آفیسر بھی اس عرس میں کت کرے۔ سنا جاتا تھا کہ جب یہاں سے ریلوے لائن نکالی جا رہی تھی، کھدائی کے دوران ایسی لاش نکلی تھی، جس کا کفن تک میلا نہیں ہوا تھا۔ لاش دوسری جگہ دفن کر دی گئی، لیکن

اسی رات کو انجینئر پر سوتے وقت خون کی بارش ہوئی اور اس کی خواب گاہ میں انسانی سر اور دھڑ کٹ کٹ کر گرنے لگے۔ دوسری صبح انجینئر کو رائے دی گئی کہ وہ اس لاش کو پھر وہیں دفن کرائے جہاں سے وہ نکلی تھی اور ریلوے لائن قبر سے الگ ہٹا کر بچھوائے.... اس نے یہی کیا تب کہیں جا کر اس کی جان چھوٹی.... قبر نامعلوم تھی اس لئے یہ ریلوے بابا کی قبر کے نام سے مشہور ہو گئی .... اور یہاں چڑھاوے وغیرہ چڑھنے لگے.... لیکن اس وقت وہ دو لاکھ چڑھاوے کی رقم نہیں تھی۔ پھر بھی "ریلوے بابا" کو اسے تھوڑی دیر تک برداشت کرنا ہی تھا.... فریدی نے ادھر اُدھر دیکھا۔ گاڑی سے انجن الگ نہیں تھا اور نہ قریب و دور سے کسی شنٹنگ کرنے والے انجن کی آواز آ رہی تھی۔ وہ چپ چاپ دوبارہ ڈبوں کی درمیانی خلاء میں رینگ آیا.... لیکن ٹھیک اسی وقت سناٹے میں ایک تیز قسم کی چیخ گونجی۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہوا جیسے کوئی آدمی کسی ذبح ہونے والے بھینسے کی طرح ڈکرایا ہو۔ پھر اور بھی کئی آوازیں ابھریں، جن میں دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز بھی شامل تھیں اور یہ ساری ہی آوازیں پلیٹ فارم کی طرف سے آئی تھیں.... دوسری طرف ڈگبی بھی اچھل کر بھاگا اور دوڑتا ہی چلا گیا حتیٰ کہ گہری تاریکی نے اسے اپنے دامن میں چھپا لیا۔

لیکن فریدی اب بھی وہیں کھڑا تھا نہ تو اس نے پلیٹ فارم کی طرف مڑ کر دیکھا اور نہ وہاں سے ہلا۔ اس کی نظریں تو "ریلوے بابا" کی قبر کی طرف تھیں۔

دفعتاً اسے ایسا محسوس ہوا جیسے چوپایہ زمین سے چپکا ہو آہستہ آہستہ قبر کی طرف بڑھ رہا ہو. پلیٹ فارم کی طرف سے اب بھی چیخوں کی آوازیں چلی آ رہی تھیں۔ "ارے مار ڈالا... بچاؤ.... بچاؤ.... مجھے اٹھاؤ.... ہسپتال ہسپتال....!"

دوسرے ہی لمحے میں فریدی بھی سینے کے بل رینگتا ہوا مزار کی جانب بڑھ رہا تھا.... اس کی رفتار خاصی تیز تھی لیکن کیا مجال کہ ذرا سی سرسراہٹ کی آواز بھی پیدا ہو جاتی، ویسے وہ تھوڑے ہی فاصلے پر سرسراہٹ کی آواز سن رہا تھا.... یک بیک آگے والا آدمی رک گیا۔ شائد سوٹ ۔ اس کے ہاتھ لگ گیا تھا۔

اچانک فریدی نے اس پر چھلانگ لگائی اور دبوچ بیٹھا۔ سب سے پہلے اس کا ہاتھ اس کی .. پر پڑا اور اس نے اس کا ریوالور نکال لیا.... نیچے دبا ہوا آدمی کسی زخمی سانپ کی طرح پلٹا . فریدی کی گرفت سے نکل جانا آسان کام نہیں تھا۔

"سیدھے ہو جاؤ دوست۔" فریدی نے آواز بدل کر کہا۔"میں راحیلہ کے گروہ کا آدمی ہوں۔ راحیلہ کو روپے کی اشد ضرورت تھی۔ فی الحال یہ دو لاکھ روپے اس کی ضرورت پوری کر دیں گے۔"

"اوہو.... تو اس کی کیا ضرورت تھی۔" وہ آدمی نیچے سے بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "روپے تم لے جاؤ.... ہاں میں نے سنا تھا کہ راحیلہ نامی کوئی لڑکی گروہ سے برگشتہ ہو گئی ہے.... آخر اس کی کیا ضرورت تھی وہ اپنی شکایات بیان کر سکتی تھی.... کیا تم بھی گروہ سے کٹ گئے ہو۔"

"نہیں ہم نے نیا گروہ بنایا ہے۔"

"اس سے کسی کو بھی فائدہ نہ ہوگا....! دونوں ہی گروہ مفت میں اپنا وقت برباد کریں گے.... اگر تم چاہو تو میں سمجھوتہ کر سکتا ہوں۔"

فریدی اس پر سے اٹھ گیا اور آہستہ سے بولا۔"چپ چاپ نکل چلو.... تم شائد پلیٹ فارم پر کسی کے چھرا مار آئے ہو۔"

"چلو....!" وہ سوٹ کیس اٹھائے ہوئے ایک طرف دوڑ پڑا.... فریدی بھی اس کے برابر ہی دوڑ رہا تھا۔

نشیب میں اترتے وقت فریدی نے کہا۔"اب ہم خطرے سے دور ہیں۔ اس باغ میں گھس چلو۔"

یہ ایک ویران باغ تھا۔ وہ دونوں وہاں آئے۔

فریدی غافل نہیں تھا۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ سوٹ کیس والا دھوکے میں رکھ کر حملہ ضرور کرے گا۔

"سمجھوتے کی باتیں بعد میں ہوں گی۔ پہلے یہ سوٹ میرے حوالے کر دو۔"

"لو....!" اس نے بائیں ہاتھ سے سوٹ کیس فریدی کی طرف بڑھایا اور داہنے سے اس کے جبڑے پر بھرپور گھونسہ مارنے کی کوشش کی۔ فریدی ذرا سا بھی چوکتا تو اس گھونسہ کی منزل اس کا جبڑہ ہی بنتا لیکن وہ تو پہلے ہی سے ہوشیار تھا۔ اس نے اس کا داہنا ہاتھ پکڑ کر جھٹکا دیا اور وہ منہ کے بل نیچے چلا آیا۔ دوسرے ہی لمحے میں فریدی اس پر سوار تھا۔ اس نے اس کے دونوں ہاتھ سر کے اوپر کھینچ کر ہتھکڑیاں ڈالنے کی کوشش کی اور وہ بُری طرح مچلا لیکن فریدی نے اُسے ٹانگوں سے گھٹ لیا تھا.... کافی جدوجہد کے بعد وہ اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال سکا۔

"اب سیدھے کھڑے ہو جاؤ پیارے۔" فریدی اسے چھوڑ کر ہٹتا ہوا بولا۔ "میں نے اس جنگلی سور کو پکڑ لیا ہے جس کے لئے فدیلی بہت مضطرب تھی اور میں اپنے دوست مسٹر ڈکسن کے لئے اس جنگلی سور کو پھانسی کے تختے تک لے جاؤں گا.... ریلوے بابا! تم گواہ رہنا۔"

مگر وہ آدمی زمین ہی پر پڑا رہا.... فریدی نے اس کے چہرے پر ٹارچ کی روشنی ڈالی۔ یہ ایک معمر آدمی تھا۔ اس کے چہرے پر سفید گھنی ڈاڑھی تھی اور فی الحال آنکھیں بند تھیں۔

"ہے ہے.... کیا انداز ہے! غضب کرتے ہو یار....!" فریدی مضحکہ اڑانے والے انداز میں بولا۔

"ایک موقعہ کا شعر سن لو.... کیا بتاؤں میرا فرزند یہاں موجود نہیں ہے ورنہ وہی سناتا۔ مجھے تو شعر و شاعری سے دلچسپی نہیں ہے.... تو تم آنکھیں نہیں کھولو گے پیارے.... خیر سنو۔

سنی جو پیروں کی میرے آہٹ تو کیا ہی بن ٹھن کے سو گئے وہ
جو میں نے تلوؤں میں گدگدایا ہٹا دیا مسکرا کے آنچل

میں بڑا خشک آدمی ہوں۔ پتہ نہیں یہ رنگین سا شعر میرے ذہن کے کسی گوشے میں کہاں سے آ چپکا تھا۔ لیکن موقع تو دیکھو دوست....!"

پھر یک بیک اس کا موڈ بگڑ گیا اور وہ اسے گریبان سے پکڑ کر سیدھا کھڑا کرتا ہوا غرایا۔ "تم نے شائد ابھی کسی کو قتل کیا ہے۔"

بوڑھا سیدھا کھڑا ہو گیا تھا اور اس کی آنکھیں سرخ تھیں انہیں خونخوار ہی کہا جا سکتا تھا۔

"تم کون ہو....؟" اس نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

"وہی پرانا خادم! مسٹر ڈکسن جسے تم نے جنگلی سور کی کہانی سنائی تھی۔" فریدی نے کہا۔ "کیا تم اتنے گھٹیا قسم کے میک اپ سے یہ توقع رکھتے ہو کہ وہ تمہاری شخصیت پر پردہ ڈال دے گا۔"

"تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے کرنل فریدی۔" ڈکسن پر سکون لہجے میں بولا۔ "تم یہ نہ سمجھنا ڈکسن کہ پہلے ہی سے میری نظر تم پر نہیں تھی اور میں تمہاری یا فدیلی کی باتوں میں آ گیا تھا۔ مجھے ان حملہ آوروں کے لڑنے کا انداز پہلے ہی شبہہ میں ڈال چکا تھا۔ جنہوں نے نیاگرا میں مجھ پر حملہ کیا تھا اور میں نے ہی انہیں موقع دیا تھا کہ وہ کسی ویران گوشہ میں مجھے تنہا پا کر حملہ کریں! مگر تم بالکل اناڑی ہو ڈکسن! تم اتنی لمبی چوڑی اسکیم بنا تو بیٹھے تھے لیکن اتنا سلیقہ بھی نہیں رکھتے کہ

انسانی فطرت کو نظر میں رکھتے ہوئے کسی فرد کے افعال کا جائزہ لے سکو۔ اگر تم نے اس رات میرے رویے پر غور کیا ہوتا تو مطمئن نہ ہو جاتے کہ فریدی پھندے میں پھنس گیا ہے۔"

"کیا مطلب....!"

"جب وہ حملہ آور بھاگ نکلے تھے اور مجھ میں نبرد آزمائی کہ اتنی صلاحیت تھی کہ میرے کپڑے تک شکن آلود نہیں ہوئے تو میں نے ان بھاگنے والوں میں سے کسی ایک کا تعاقب کر کے اسے پکڑا کیوں نہیں تھا۔ یہ میرے لئے بڑا آسان کام ہوتا.... مسٹر ڈکسن۔"

ڈکسن کچھ نہ بولا۔ فریدی نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "تم پہلے احمق نہیں ہو۔ اس سے پہلے بھی کئی احمق مجھ سے ایسی زور آزمائی کر چکے ہیں۔ مجھے احساس بے بسی میں مبتلا کرنے کے خواب دیکھ چکے ہیں۔ میں جب بھی چاہتا تمہیں پکڑ لیتا.... مگر میں تو ایسی ہی کوئی سچویشن پیدا کرنا چاہتا تھا.... اب اس وقت تم پوری طرح میرے قبضے میں ہو۔ اس سوٹ کیس میں دو لاکھ کے نوٹ ہیں اور دو پیکٹ کوکین۔ میں نے ڈگبی کو ہدایت کر دی تھی کہ وہ سوٹ کیس مین دو تین پیکٹ کوکین کے بھی رکھ دے۔"

"تم میرا کچھ نہیں کر سکتے۔" ڈکسن غرایا۔ "میں ٹیکم گڈھ جا رہا تھا۔ میرے جیب میں ٹکٹ موجود ہے۔ ریزرویشن بھی ہے۔ جس کا اندراج بکنگ آفس کی کتابوں میں ہو چکا ہے۔ دو لاکھ کیا میں دو کروڑ کی کرنسی کا گٹھر اپنے سر پر لاد کر چل سکتا ہوں۔ کون روکے گا مجھے.... اور کوکین تم نے میرے سوٹ کیس میں رکھی ہے۔ تم میرے بہت پرانے دشمن ہو، ایک بار میں نے ایک معاملہ میں تمہیں بڑی رشوت نہیں دی تھی۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ تم میرے دشمن ہو۔ میں نے تم سے ان کوکین فروشوں کے سلسلہ میں مدد طلب کی تھی، جو میرے آفس کو کوکین فروشی کا اڈا بنائے ہوئے ہیں۔ آفس والے جانتے ہیں کہ میں کئی بار وہاں اس سلسلہ میں ہنگامہ بھی برپا کر چکا ہوں۔ وہ شہادت دیں گے کہ مجھے اس مسئلہ پر بڑی تشویش تھی کہ میرے آفس سے کوکین کا کاروبار ہو رہا تھا۔ جو بھی اس کا ذمہ دار تھا اس نے تمہیں رشوت دی اور الٹا مجھے ہی پھنسا دیا۔"

فریدی اس کی بکواس کا جواب دیئے بغیر اسے ایک جانب دھکیلتا رہا۔ وہ باغ سے باہر آ گئے۔ اب ڈکسن خود ہی چل رہا تھا لیکن چال میں لڑکھڑاہٹ نہیں تھی۔ ہر قدم جچا تلا معلوم ہو رہا تھا۔ آنکھیں اب بھی سرخ تھیں۔ فریدی نے موٹر سائیکل وہیں چھوڑ دی اور ٹیکسی کر کے کوتوالی پہنچا

لیکن اس سے اب زبردست غلطی ہوئی تھی۔ اسے چاہئے تھا کہ ٹیکسی میں بیٹھ جانے کے بعد بھی ڈکسن پر نظر رکھتا یا اس کے ہاتھ پکڑے رہتا.... اب جو کوتوالی پہنچ کر دیکھا تو ڈکسن کے چہرے سے ڈاڑھی غائب تھی۔ اس نے سارے بال نوچ کر ٹیکسی ہی میں پھینک دیئے تھے۔

کوتوالی میں بہتیرے آفیسر ڈکسن کو پہچانتے تھے اس لئے وہاں خاصی ہلچل مچ گئی۔ ڈی۔ ایس۔ پی نے فریدی سے کہا کہ وہ آئی۔ جی سے مشورہ لئے بغیر کچھ نہیں کر سکتا۔ کیونکہ معاملہ ایک بہت بڑے آدمی کا تھا۔ آئی۔ جی سے فون پر رابطہ قائم کیا گیا تو اس نے بھی کانوں پر ہاتھ رکھے اور وزیر داخلہ کا حوالہ دیا۔ وزیر داخلہ تک یہ بات پہنچی تو وہ خود ہی کوتوالی دوڑے چلے آئے۔ کیونکہ ڈکسن ان کے دیرینہ دوستوں میں سے تھا۔ وزراء ہی پر منحصر نہیں وزیر اعظم تک سے اس کے تعلقات تھے۔

مگر فریدی کی شخصیت بھی معمولی نہیں تھی۔ وزیر داخلہ کو تھوڑی دیر کے لئے دم بخود ہی ہو جانا پڑا لیکن پھر انہوں نے کہا۔ "کرنل.... تم ملک و قوم کے سچے خادم ہو.... مجھے اعتراف ہے لیکن تم سے غلطی ہو سکتی ہے۔"

فریدی نے انہیں یقین دلانے کی کوشش کی کہ اس سے غلطی نہیں ہوئی۔ ثبوت کے طور پر اس نے سوٹ کیس کو پیش کرنا چاہا لیکن وزیر خزانہ سمجھدار آدمی تھے۔ انہوں نے سب کے سامنے مزید گفتگو کرنے سے انکار کر دیا۔ سب سے پہلے ڈکسن کی ہتھکڑیاں کھلوائیں پھر ان دونوں کو ساتھ لے کر ایک خالی کمرے میں چلے آئے۔ یہاں ان تینوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا... ڈکسن برابر یہی کہے جا رہا تھا کہ "پہلے فریدی کو سب کچھ کہہ لینے دیجئے پھر میں بولوں گا۔"

فریدی نے یہاں سوٹ کیس کھول ڈالا.... لیکن دوسرے ہی لمحے میں اسے اپنے پیروں تلے سے زمین نکلتی معلوم ہونے لگی.... سوٹ کیس میں نہ تو کوکین کے پیکٹ تھے اور نہ دولا کے نوٹ.... ان کی بجائے.... ردی کاغذ کے بنڈل برآمد ہوئے۔

ڈکسن نے قہقہہ لگایا اور بولا۔ "یہ سوٹ کیس اس نے زبردستی میرے ہاتھوں میں پکڑا دیا تھا۔"

"تم اس وقت ٹیکم گڈھ جانے والے تھے۔" فریدی بھی خوشدلی سے مسکرایا۔

"تمہاری جیب میں ایئر کنڈیشنڈ کا ریزرویشن موجود ہے۔ لیکن کیا تم لگیج کے بغیر اتنا لمبا کرنے جا رہے تھے۔"

"مجھے بغیر لگیج سفر کرنے سے کون روک سکتا ہے۔" ڈکسن غرایا۔

وزیر داخلہ کے چہرے پر تشویش کے آثار تھے۔ انہوں نے کہا۔ "بھئی کرنل! ختم بھی کرو۔ میرا دعویٰ ہے کہ تم سے غلطی سرزد ہوئی ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ بات آگے بڑھے۔"

"میں ہتک عزت کا دعویٰ کروں گا۔" ڈکسن نے کہا۔

"نہیں.... یہ سب کچھ نہیں ہوگا.... تم اپنے گھر جاؤ.... اور کرنل اپنے گھر جائیں گے۔" وزیر داخلہ نے سخت لہجے میں کہا۔ "میں دیکھوں گا کہ یہ خبر پریس سے نہ آؤٹ ہونے پائے۔"

فریدی سوچ رہا تھا کہ ڈگبی اپنا کام کر گیا.... اس نے سوچا ہوگا کہ اب سرغنہ تو پکڑ ہی لیا جائے گا۔ پھر دو لاکھ وہ خود ہی کیوں نہ ہتھیالے۔ اگر سوٹ کیس سرغنہ تک پہنچ بھی گیا اور وہ نہ پکڑا جا سکا تو بعد میں اسے پولیس کی کہانی سنا دے گا۔ کہے گا پولیس اس کے پیچھے تھی۔ لہٰذا اس نے سوٹ کیس میں نوٹوں کی بجائے ردی کاغذ بھر لیا تھا۔

شکار

دوسرے دن بارہ بجے فریدی نے سارے شہر کے اڈوں پر چھاپے مار کر کوکین بھی برآمد کی اور لوگوں کو بھی گرفتار کیا۔ شائد رات ہی کو ڈکسن نے انہیں کسی خطرے سے آگاہ نہیں کیا تھا۔ ڈگبی بھی گرفتار کر لیا گیا۔ وہ شائد بھاگنے ہی کی فکر میں تھا لیکن فریدی کی بلیک فورس سے بچ کر کہاں جاتا.... حد یہ ہو گئی کہ ڈکسن نے اپنے آفس سے بھی کوکین کی کافی مقدار برآمد ہو جانے دی۔ کرتا بھی کیا اس کی اسکیم تو خاک ہی میں مل چکی تھی.... اب تو ضروری ہو گیا تھا کہ وہ اپنی بے گناہی ثابت کرنے کے لئے لائبر تک کو ہتھکڑیاں لگ جانے دیتا۔ بہر حال ان گرفتار شدگان کے خلاف راحیلہ بہترین گواہ تھی۔ جب اسے ڈاکٹر زیٹو کی شخصیت کا علم ہوا تو اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ وہ اب بھی شاٹو ہی میں مقیم تھی۔ وہاں کے قیدی بھی سرکاری حوالات میں منتقل کر دیئے گئے تھے۔

لائبر نے اپنی جو داستان بیان کی وہ بھی ان لوگوں کے بیانات سے مختلف نہیں تھی، جو اس گروہ سے کسی قسم کا بھی تعلق رکھتے تھے! یعنی لائبر کو بھی زبردستی اس پیشے میں لایا گیا تھا، جب

جیمس بارٹلے کی فرم میں اس کی تحویل سے زیورات چوری ہوئے تو اس کے خلاف کوئی قانونی کاروائی نہیں کی گئی تھی۔ صرف ملازمت سے سبکدوش کر دیا گیا تھا۔ لیکن تیسرے ہی دن اسے پولیس نے دھر لیا اور اپنا شبہ ظاہر کیا کہ وہ چوروں کے کسی بہت بڑے گروہ سے تعلق رکھتا ہے۔ دو دن تک وہ بند رہا پھر اچانک اس سے کہا گیا کہ اس نے جیمس اینڈ بارٹلے کی تحویل سے خود ہی زیورات غائب کئے تھے۔ لائبر یہ نہیں بتا سکا کہ پولیس کو کن ذرائع سے جیمس اینڈ بارٹلے والے کیس کا علم ہوا تھا۔ خود فرم کی طرف سے تو کسی قسم کی بھی کاروائی نہیں کی گئی تھی۔ پھر تیسرے دن لائبر کو معلوم ہوا کہ وہ کسی کی تصدیق اور سفارش پر چھوڑا جا رہا ہے۔ وہ بھی چھوڑ دیا گیا لیکن اسے اس کا علم نہ ہو سکا کہ سفارش کرنے والا کون تھا۔ پھر لائبر نے بھی پولیس کو یہی کہانی سنائی کہ کسی نے اسے فون پر دھمکیاں دے کر منشیات کی ناجائز تجارت پر آمادہ کیا تھا اور بتایا تھا کہ اسی نے اسے گرفتار کرایا تھا اور وہی اس کی رہائی کا باعث بنا ہے۔ اگر اس نے اس کے احکام کی تعمیل نہ کی تو اسے آئے دن پولیس سے دوچار ہونا پڑے گا جس کے خلاف کہیں بھی شنوائی نہ ہو سکے گی۔ پھر کچھ دنوں بعد اس نے ڈکسن کے آفس میں ملازمت بھی کر لی تھی تاکہ اس کا شمار معززین ہی میں ہوتا رہے اور کوئی اس پر انگلی نہ اٹھا سکے۔ فریدی کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے اس نے بتایا کہ وہ صرف کوکین کی تقسیم کا ذمہ دار تھا۔ کیش اس کے پاس کبھی نہیں آیا۔ خود اس کا حق المحنت اسے بیس ہزار روپے ماہوار کی شکل میں مل جایا کرتا تھا اور اسے اپنے فلیٹ کی میز کی دراز ہی میں یہ رقم ملا کرتی تھی۔ یہ تو نہیں بتا سکا کہ رقم اس کے فلیٹ میں کون پہنچایا کرتا تھا۔ دن بھر وہ آفس میں رہتا تھا اور فلیٹ اس دوران میں خالی ہوتا.... کوئی بھی تھوڑی سی ہاتھ کی صفائی دکھا کر فلیٹ میں داخل ہو سکتا تھا.... فریدی کے سوال کے جواب میں اس نے بتایا کہ اسے مسٹر ڈکسن پر کبھی شبہ نہیں ہوا تھا۔ اس نے فریدی کے اس خیال کو مضحکہ خیز قرار دیا کہ ڈکسن خود ہی اس گروہ کا سربراہ ہو سکتا ہے۔ چونکہ ڈکسن کا معاملہ سختی سے دبا دیا گیا تھا اس لئے عوام کے کانوں میں اس کی بھنک بھی نہیں پڑنے پائی تھی۔ لہٰذا لائبر بھی پچھلی رات والے واقعہ سے لاعلم تھا۔ بہر حال اس کے اس بیان سے فریدی نے اندازہ کر لیا کہ اس کے ملازمین عام طور پر اس سے ناخوش نہیں رہتے تھے اور اس کے بارے میں ایسی اچھی رائے رکھتے تھے کہ انہیں اس کے کسی گروہ کے سرغنہ ہونے کا یقین کبھی نہ آتا.... تو پھر یہ ڈکسن کچھوے کی طرح محفوظ اور سخت تھا۔

عام آدمیوں کو پچھلی رات کے کیس کا علم ہوا ہو یا نہ ہوا ہو لیکن کم از کم فریدی کے آفس میں تو یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی تھی۔

جنہیں فریدی کی موجودگی میں ابھرنے کا موقع نہیں ملا تھا وہ اس پر فقرے چست کر رہے تھے۔ پھبتیاں کہہ رہے تھے۔ مگر فریدی نے اس طوفان کا مقابلہ بڑی خندہ پیشانی سے کیا۔ البتہ حمید تو اپنا استعفیٰ جیب ہی میں لئے پھر رہا تھا۔ منتظر تھا کہ کب فریدی استعفیٰ دے اور وہ بھی اپنا استعفیٰ پھینک دے.... لیکن تین دن تک تو ایسا نہیں ہوا.... آخر حمید پر جھلاہٹ کا دورہ پڑا۔

"کہاں سو گئی ہے آپ کی حمیت۔" اس نے دانت پیس کر کہا۔

"خیریت....!" فریدی اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔

"آپ استعفیٰ کب دیں گے۔"

"عقل چرنے گئی ہے کیا....؟ استعفیٰ کیوں دوں۔"

"خیر خدا کا شکر ہے کہ آپ احساس بے بسی کا شکار تو ہوئے۔" حمید نے جلے کٹے لہجے میں کہا۔

"تم غلط فہمی میں مبتلا ہو فرزند! ایسی کوئی بات نہیں ہوئی جس کی بناء پر استعفیٰ دینا پڑے۔"

"تو پھر واقعی آپ نے غلط قدم اٹھایا تھا۔"

"نہیں.... میرا قدم جچا تلا تھا۔ مجھ سے اندازے کی بھی غلطی نہیں ہوئی تھی۔"

"تو پھر یہی کہنا چاہئے کہ آپ نے اپنی شکست تسلیم کر لی ہے۔"

"شکست جسے کہتے ہیں حمید صاحب۔ وہ صرف میری لاش ہی پر سے گذر سکتی ہے۔"

فریدی اٹھ کر ٹہلنے لگا.... حمید اسے حیرت سے دیکھ رہا تھا.... جب خاموشی کا وقفہ طویل ہونے لگا تو حمید نے کہا۔ "اب آپ دعا مانگئے کہ اللہ کرے ڈکسن مر جائے۔"

"مرنا تو اسے پڑے گا حمید صاحب۔" وہ ٹہلتے ٹہلتے رک کر بولا۔ "اس نے درجنوں قتل کئے ہیں.... اسٹیشن پر جس قلی کے اس نے چھری ماری تھی وہ بھی ہسپتال میں مر چکا ہے۔ شائد اسے شبہ ہو گیا تھا کہ اس کا تعاقب کیا جا رہا ہے۔ لہٰذا اس نے تعاقب کرنے والے پر اپنی ہیبت بٹھانے اور اسے چیخوں کی طرف متوجہ کر لینے کے لئے اس قلی کو چھری ماری تھی۔ میں تم سے کیا بیان کروں کہ اس کی چیخ کتنی بھیانک اور دلدوز تھی۔ میں نے بڑی مشکل سے خود پر قابو پایا تھا۔ میری کوئی بھی ہوتا آواز کی طرف دوڑتا چلا جاتا اور ڈکسن دوسری طرف سوٹ کیس سنبھال کر اپنی

راہ لگتا۔ قلی پر حملہ کرنے کا مقصد قتل سے زیادہ صرف زخمی کر دینا تھا تاکہ وہ وہیں گر کر چیختا اور کراہتا رہے اور اس کی تاک میں اِدھر اُدھر چھپے ہوئے لوگ اس کی طرف دوڑ جائیں۔"

"میں تو سچ مچ دوڑ گیا ہوتا۔" حمید نے کہا۔

"مگر میرے افعال صرف قوت ارادی کے پابند ہیں۔ دوسری تحریکات کم ہی میرے جسم پر اثرانداز ہوتی ہیں۔"

"ختم کیجئے۔ میں ہم چشموں کی پھبتیاں سنتے سنتے تنگ آگیا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ ہمیں فوراً استعفیٰ دے دینا چاہئے۔"

"بہت ہی بچکانہ اور احمقانہ خیال ہے۔ ارے بھئی یہ وزراء صاحبان آج ہیں کل نہ ہوں گے اور پھر ہو سکتا ہے کہ وزیر داخلہ کی دانست میں وہ حقیقتاً کوئی شریف اور نیک آدمی ہو۔ اس کا ظاہر ایسا ہی ہے کہ کوئی اس پر انگلی نہیں اٹھا سکتا۔ ہو سکتا ہے کہ وزیر داخلہ کو یہی غلط فہمی ہوئی ہو کہ میں نے ڈکسن کو سمجھنے میں غلطی کی ہے اور انہوں نے اپنی دانست میں مجھ پر بھی رحم فرمایا ہو کہ معاملہ کو آگے نہیں بڑھنے دیا کیونکہ بھئی بہر حال میں بھی کچھ ٹوٹی پھوٹی سی حیثیت تو رکھتا ہی ہوں۔"

"اب اور بھی ٹوٹ پھوٹ کر برابر ہو گئی ہے۔" حمید نے سر ہلا کر کہا اور فریدی صرف مسکر کر رہ گیا۔

پھر بولا۔ "ڈی۔ ایس۔ پی سٹی اور آئی جی کی نظروں میں لائبر ایک شریف اور نیک آدمی تھا۔ انہیں اس کا علم نہیں تھا کہ وہ ان بدمعاشوں کو کیوں پٹواتا رہتا ہے.... ان کے علم میں وجہ لائی گئی تھی وہ قطعی مناسب اور جائز تھی.... مثلاً ڈگی کو پٹوانے کے سلسلہ میں اس نے شکایت کی تھی کہ ڈگی اس کے دفتر کے ایک چپراسی کو دھمکاتا رہتا ہے.... لیکن ڈگی کو پیٹتے وقت کسی خاص آدمی کا حوالہ دیئے بغیر صرف اتنا ہی کہا جاتا تھا کہ اس نے لوگوں کو دھمکیاں دینا چھوڑا تو اس کی ہڈیاں توڑ دی جائیں گی.... خود ڈی۔ ایس۔ پی صاحب تو پیٹنے سے رہے۔ یہ معمولی کانسٹیبل سرانجام دیتے تھے ان کی جیبوں میں دس دس کے نوٹ ڈالے گئے اور جس طرح جی چاہا پٹوالیا۔"

"ارے چھوڑیئے ان قصوں کو.... آپ کہہ رہے تھے کہ ڈکسن نے کچھ قتل بھی کئے تھے"

"ہاں! گروہ کے مختلف لوگوں نے بتایا ہے کہ اکثر ان کے ساتھی یک بیک غائب بھی ہ

رہے ہیں، جو پھر کبھی نہیں دکھائی دیتے۔ ان سے کوئی غلطی سرزد ہوتی تھی اور وہ ختم کر دیئے جاتے تھے اور انہیں ان کے مکان کے قریب ہی کہیں دفن کرادیا جاتا تھا۔"

"اس کا پتہ.... کیسے چل گیا کہ وہ دفن کرادیئے جاتے تھے۔"

"میں نے بعض جگہوں کی کھدائی کرا کے کچھ پنجر برآمد کئے ہیں۔"

"مگر جگہوں کا علم آپ کو کیسے ہوا۔"

"لائبر نے بہت کچھ بتایا ہے.... مثلاً ایک رات اس نامعلوم آدمی کی طرف سے فون پر حکم ملا کہ وہ ایک آدمی کے مکان کی کمپاؤنڈ میں ایک قد آدم گڑھا کھدوائے۔ یہ کام راتوں رات ہونا تھا۔ لائبر نے گڑھا کھدوادیا۔ مکان مقفل تھا اور لائبر جانتا تھا کہ مالک مکان بھی گروہ ہی سے تعلق رکھتا تھا۔ دوسری صبح اس نے دیکھا کہ گڑھا برابر ہو گیا ہے اور اس دن سے پھر وہ آدمی بھی نظر نہیں آیا۔ مکان مقفل ہی پڑا رہا۔"

"تو وہ قاتل ہونے کے باوجود بھی اپنی گردن صاف بچالے گیا.... کیوں؟" حمید نے کہا۔

"یار دماغ نہ کھاؤ.... تم نے یہ کیسے سمجھ لیا ہے کہ وہ گردن بچالے گیا۔ میں کہتا ہوں کہ اسے مرنا پڑے گا۔"

"اچھی بات ہے۔" حمید اٹھتا ہوا بولا۔ "میں جا کر کوشش کرتا ہوں۔"

"کیا کرو گے.... تم....!"

"جا کر آنکھ ماروں گا شائد اللہ کی مہربانی ہو.... مر ہی جائے۔" حمید نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"وقع ہو جاؤ.... مگر خبردار.... اس سے کسی قسم کی چھیڑ چھاڑ مت کرنا۔"

"کیوں...." حمید چلتے چلتے رک کر مڑا۔

"اسے جب غصہ آتا ہے تو اس پر دیوانگی سی طاری ہو جاتی ہے۔ یہ اس کی ایک بہت بڑی کمزوری ہے۔"

"ارے آپ مجھے ڈرا رہے ہیں اس سے۔" حمید نے اکڑ کر کہا۔

"جاؤ.... میں نے تمہیں ایک بات بتائی ہے۔"

تقریباً پندرہ دن بعد جشن جمہوریہ کے سلسلے میں کیپٹن حمید اور کرنل فریدی کی ڈیوٹی قصر

صدر میں لگائی گئی۔ شہر کے عمائدین وہاں مدعو تھے۔

چونکہ بارش کے آثار تھے اور اس سے پہلے بھی اتنی بارش ہو چکی تھی کہ لان بیکار ہو کر رہ گئے تھے اس لئے دعوت کا انتظام ایک بہت بڑے ہال میں کیا گیا تھا۔

حمید ہال ہی میں تھا اور اس کی روح تازہ ہوئی جا رہی تھی.... کیونکہ وہاں حسن ہر رنگ میں نظر آ رہا تھا۔

اچانک اس نے فائر کی آواز سنی لیکن اندازہ نہ کر سکا کہ آواز کدھر سے آئی تھی۔ لیکن پھر اس نے شور بھی سنا اور ہال میں کھلبلی مچ گئی۔ ایک فائر پھر ہوا اور اب اس نے فریدی کو چیختے سنا جو کہہ رہا تھا۔ "ڈکسن تم پاگل ہو گئے ہو۔ میں کہتا ہوں ریوالور پھینک دو۔"

اور پھر فریدی بھاگتا ہوا ہال میں آ گیا۔ اس کے پیچھے ڈکسن تھا جس کے ہاتھ میں ریوالور نظر آ رہا تھا۔ فریدی اس طرف پیچھے ہٹنے لگا جدھر آدمی نہیں تھے۔ ساتھ ہی وہ کہتا جا رہا تھا۔ "تم پاگل ہو گئے ہو ڈکسن ریوالور پھینک دو۔ یہ قصر صدر ہے۔ ریوالور پھینک دو۔ ورنہ کسی کے گولی لگ جائے گی۔"

ڈکسن نے پھر فائر کیا اور فریدی خود کو بچاتا ہوا چیخا۔ "کوئی اس کے قریب نہ آئے یہ پاگل ہو گیا ہے۔"

ریوالور سے پھر شعلہ نکلا۔ فریدی نے پھر جھکائی دے کر خود کو بچایا۔ مگر ٹھیک اسی وقت دو فائر پھر ہوئے.... اور ڈکسن دھم سے فرش پر چلا آیا۔

صدر کے دو باڈی گارڈز کے ریوالوروں سے دھوئیں کی لکیریں نکل رہی تھیں، اب کسی حد تک حمید کو عقل آنے لگی تھی۔ اس نے سوچا کہ اچھا ہی ہوا اس نے ڈکسن پر فائر نہیں کیا.... ورنہ ریوالور تو اس کے ہولسٹر میں موجود ہی تھا۔

سب سے پہلے اس کے محکمہ کا ڈی۔ آئی۔ جی فریدی کے پاس پہنچا۔

"یہ کیا ہوا.... کیسے ہوا۔" وہ اس کا بازو جھنجھوڑ کر بولا۔

"کچھ نہیں جناب۔" فریدی بلند آواز میں بولا۔ "میں احکامات کے مطابق مہمانوں کی تلاشی لے کر اندر بھیج رہا تھا کہ یہ حضرت تشریف لائے۔ جب میں جھک کر ان کی جیبوں پر ہاتھ لگا رہا تھا انہوں نے میرے ہولسٹر سے ریوالور کھینچ لیا.... میں اچھل کر پیچھے ہٹا اور انہوں نے فائر

جھونک مارا.... جناب....!"

حمید کانپ کر رہ گیا۔ فریدی اس وقت بڑے بھولے پن کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ لیکن حمید کو وہ کتنا ڈراؤنا لگ رہا تھا اس کا دل ہی جانتا تھا.... کچھ ہی دن پہلے اس نے کہا تھا۔ "جسے شکست کہتے ہیں حمید صاحب وہ صرف میری لاش ہی پر سے گذر سکتی ہے اور ڈکسن قاتل ہے اس لئے اسے مرنا ہی پڑے گا۔"

مگر اس وقت یہ سب کچھ کیسے ہوا ہوگا؟.... اس کے فرشتے بھی اس کا اندازہ کرنے سے قاصر تھے۔

وہ صدر مملکت کی آنکھوں کے سامنے مرا تھا.... اس پر صدر مملکت کے باڈی گارڈ نے گولی چلائی تھی.... فریدی خالی ہاتھ تھا اور فریدی ہی کے ریوالور سے ڈکسن فریدی پر گولیاں برساتا ہوا باڈی گارڈ کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔

حمید ایک بار پھر کانپ گیا.... فریدی پھر فریدی ہے۔ شکست کو لازمی طور پر اس کی لاش ہی پر سے گذرنا پڑے گا۔

لاش کے قریب سے بھیڑ ہٹائی جانے لگی.... فریدی کو کچھ آفیسر دوسری طرف لے کر چلے گئے ان میں صدر مملکت کا پرسنل سیکریٹری بھی تھا جسے صدر نے حالات معلوم کرنے کے لئے بھیجا تھا۔

"میرا خیال ہے کہ ڈکسن کا ذہنی توازن درست نہیں تھا۔ بلاوجہ اس نے یہ خونی کھیل وقوع کر دیا تھا۔" فریدی نے کہا۔ "ویسے کچھ ہی دنوں پہلے کی بات ہے...."

اس کے محکمہ کے ڈی۔ آئی۔ جی نے اسے گھور کر دیکھا اور فریدی نے جلدی سے کہا۔ "ہماری ملاقات نیاگرہ میں ہوئی تھی، تب تو بالکل ٹھیک تھا اور اس کے ساتھ اس کی بیوی فدیلی تھی۔"

ڈی۔ آئی۔ جی دوسری طرف دیکھنے لگا.... فریدی نے اس حادثہ کے متعلق صدر کے نئے سیکریٹری کو وہی بتایا جو پہلے بتا چکا تھا۔

اسی رات کو فدیلی نے ایک پریس رپورٹر کو بیان دیا کہ ادھر کچھ دنوں سے ڈکسن کی ذہنی

حالت درست نہیں تھی۔ اس نے اس دوران میں فدیلی کو چمڑے کے چابک سے مارا بھی تھا۔ فدیلی نے پریس رپورٹر کو اپنے بازوؤں اور شانوں پر نیلے نشانات دکھائے اور بتایا کہ ڈکسن نے اسے قید کر دیا تھا۔ ایک کمرے میں بند رکھتا تھا اور ملازموں سے کہتا تھا کہ مادام کی ذہنی حالت خراب ہو گئی ہے اس لئے اسے کسی وقت بھی کمرے سے نہ نکلنے دیا جائے۔

کئی پریس رپورٹر ڈکسن کی کوٹھی کے گرد منڈلا رہے تھے۔ لیکن صرف وہی ایک رپورٹر فدیلی تک پہنچنے میں کامیاب ہو سکا تھا.... یہ اسٹار کا کرائم رپورٹر انور تھا۔

جب وہ باہر نکلا تو دوسرے رپورٹروں نے اسے گھیرنا چاہا لیکن وہ ان سے پیچھا چھڑا کر سیدھا فریدی کے پاس آیا اور اسے فدیلی کے بیان سے آگاہ کیا۔

"ٹھیک ہے اس کا بیان اسٹار میں جانے دو۔" فریدی نے کہا۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا....!" انور تشویش کن لہجے میں بولا۔ "اس کہانی میں کہیں کوئی ایسی چیز ضرور ہے جسے کباب میں ہڈی کہا جا سکے۔"

"ہو گی۔" فریدی نے لاپروائی سے کہا پھر انور کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرا کر بولا۔ "کیوں بیٹے! تم رپورٹروں کا فن مجھ پر آزمانا چاہتے ہو۔ یہاں کچھ بھی نہ مل سکے گا۔"

"ارے.... توبہ توبہ....!" انور اپنے کان پکڑ کر منہ پیٹتا ہوا بولا۔ "میں نے سوچا تھا کہ ممکن ہے کوئی ایسی خاص بات بھی ہو، جو آپ اس خادم سے نہ چھپائیں۔"

"جاؤ یار کان نہ کھاؤ۔" حمید ہاتھ ہلا کر بولا۔ "یہ پریس رپورٹر نہ جانے کیوں مجھے بالکل گدھ معلوم ہوتے ہیں۔ ڈنگر مر گیا چلو نوچیں۔"

کچھ دیر تک حمید اور انور کی چوٹیں چلتی رہیں پھر انور اٹھ گیا۔

فریدی نے فون پر فدیلی کے نمبر ڈائیل کئے۔ دوسری طرف سے فدیلی ہی کی آواز آئی۔

"میں کرنل فریدی ہوں۔"

"اوہ.... کرنل.... تم افسوس نہ کرنا۔ سب تمہاری ہی وجہ سے ہوا ہے۔ اگر میں قید ہوتی تو تمہیں آگاہ کر دیتی کہ اس سے ہوشیار رہو۔"

"کیوں.... کیا بات تھی۔"

"مجھے وزیر داخلہ سے معلوم ہوا تھا سب کچھ۔ آپ نے شاید کوکین کے بزنس کا الزام اس

لگایا تھا۔"

"مگر میں نے غلط تو نہیں لگایا تھا۔ کیا تم بھی نہیں جانتیں کہ جنگلی سور وہ خود ہی تھا اور مجھے اس جال میں محض اس لئے پھانسنے کی کوشش کر رہا تھا کہ اگر کبھی یہ بات کھل جائے تو کسی کو یقین نہ آسکے۔ اس کے دفتر سے یقینی طور پر بزنس ہوتا تھا اور وہ خود پورے گروہ کا سرغنہ تھا مگر دفتر والے سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ سرغنہ ڈکسن ہی ہو سکتا ہے۔ اس معاملہ میں تو لابر بھی دھوکا کھا گیا تھا۔"

"مگر اس نے تمہیں خواہ مخواہ کیوں چھیڑا تھا۔"

"یہ خدشہ دل سے نکالنے کے لئے کہ کبھی فریدی سے نہ مڈبھیڑ ہو جائے۔ وہ فریدی ہی پر چڑھ دوڑا۔ اس طرح کچھ دن دو دو ہاتھ ہونے پر فریدی کا خوف بھی جاتا رہا اور شائد اس نے یہ سوچا تھا کہ اس طرح وہ مجھے احساس بے بسی میں مبتلا کر دے گا۔"

"قسم کھاتی ہوں کرنل کہ میں دیدہ دانستہ اس سازش میں شریک نہیں ہوئی تھی۔ میں کچھ نہیں جانتی تھی۔ مجھ پر تو اس وقت حقیقت واضح ہونے لگی تھی۔ جب وہ تمہارے ہاتھوں پٹ کر گھر واپس آیا تھا اس نے مجھ سے کہا کہ تو سب کچھ جانتی تھی۔ تو نے فریدی کو بتادیا، تو اس سے ناجائز تعلقات قائم کرنا چاہتی ہے۔ مگر میں تجھے اس عمارت میں سڑا دوں گا۔ پھر اس نے چابک سے مارا تھا۔ بہت بے دردی سے چابک برسائے تھے اور ایک کمرے میں بند کر دیا تھا۔ اس کی ذہنی حالت بہت خراب ہو گئی تھی۔ اگر ان دنوں فون تک میری رسائی ہوتی تو میں نے تمہیں باخبر دیا ہوتا۔ اب دیکھو نا.... آخر وہی بات ہوئی جس کا مجھے خدشہ تھا.... خدا نے تمہیں بچالیا ورنہ تم اس کی دیوانگی کے شکار ہو گئے ہوتے۔ مجھے تو اس سے ذرہ برابر بھی ہمدردی نہیں رہ گئی۔"

"اچھا دیکھو اب کوکین وغیرہ کا تذکرہ نہ آنے پائے ورنہ اگر بات پھیل گئی تو تمہارے مستقبل کیلئے اچھا نہ ہوگا.... غالباً وزیر داخلہ بھی اس سلسلے میں خاموشی ہی اختیار کریں گے۔"

"میں تمہارے مشورے پر عمل کروں گی.... میں نے خود ہی کسی سے تذکرہ نہیں کیا۔"

"کیا حقیقت ہے کہ اس دن تم نے اس کے جسم پر نیل دیکھے تھے جب تم میرے یہاں سے واپس گئی تھیں۔"

"ہاں نیل تھے۔ بالکل ایسے ہی نشانات تھے جیسے چابک سے مرمت کی گئی ہو۔ لیکن یہ بھی فراڈ

تھا۔ اس کی حقیقت بھی اس وقت ظاہر ہوئی تھی جب اس نے مجھے چابک سے مارا تھا۔ میں نے کہا کہ میں اس ظلم کے خلاف رپورٹ درج کراؤں گی لیکن وہ اس پر ہنس پڑا تھا اور کہا تھا کہ وہ میرے جسم پر پائے جانے والے نشانات کو فراڈ ثابت کر دے گا۔ پھر اس نے الماری سے ایک شیشی نکالی جس میں کوئی بے رنگ سیال تھا۔ اس نے روئی کی بھریری اس سیال میں ڈبو کر میری کلائی پر ایک لکیر سی کھینچ دی اور وہ لکیر مجھے آگ کی لکیر معلوم ہونے لگی۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے اتنی جگہ پر جہاں سیال لگا تھا ایک نیلے رنگ کی لکیر ابھر آئی، جو چابک کی ڈالی ہوئی لکیروں سے مختلف نہیں تھی۔"

پھر فریدی نے دو چار رسمی جملوں کے بعد سلسلہ منقطع کر دیا تھا۔

"میں نے عرض کیا.... وہ کباب میں ہڈی۔" حمید کھنکار کر بولا۔

"انور کا اندازہ غلط نہیں تھا۔" فریدی مسکرایا۔ "ارے بھئی کسی کو بھی میرے بیان پر یقین نہیں ہے۔ لیکن کل کے اخبارات فدیلی کا بیان چھاپ کر میرے بیان کی تائید کر دیں گے۔ یہ بھی محض اتفاق ہے کہ اس کی بیوی کی طرف سے میرے بیان کی تائید ہو گئی ورنہ وہ بیچارہ قطعی صحیح الدماغ تھا حمید صاحب۔"

"کیا مطلب....!"

"میں نے اسے اسی وقت تازہ تازہ پاگل بنایا تھا۔" فریدی اپنی بائیں آنکھ دبا کر بولا۔ اس کے ہونٹوں پر شرارت آمیز مسکراہٹ مچل رہی تھی۔

"اگر میں پاگل ہو گیا تو آپ پر فائر بھی نہ کر سکوں گا۔" حمید جل کر بولا۔ "کیونکہ میرے پاس بیوی بھی نہیں ہے، جو آپ کے بیان کی تائید فرما دے گی۔"

"جھلو نہیں! بتاتا ہوں.... مجھے اس دوران میں اس کی بہتیری کمزوریاں معلوم ہو گئی تھیں۔ سب سے بڑی کمزوری تو یہ تھی اس میں کہ وہ شدید غصہ کی حالت میں اپنی عقل کھو بیٹھتا تھا۔ لیکن ضرورت کسی ایسی حرکت کی تھی، جو اسے اتنا ہی غصہ دلا سکے، جتنے غصے کی حالت میں اس کی عقل کا تیاپانچہ ہو جاتا تھا۔ دوسری کمزوری اس میں یہ تھی کہ وہ چمریشین تھا اور اپنی اصلیت کو چھپانے کی کوشش کرتا تھا۔ اس کی ماں دراصل چمارن تھی اور ایک انگریز آفیسر کے یہاں کے فرائض انجام دیتی تھی۔ اس کا تعلق کسی انگریز سے ہو گیا اور ڈکسن صاحب معرض وجود میں آئے.... بس اس وقت اس کی پیدائش کا حادثہ یاد آ گیا تھا۔ اس لئے وہ غصہ میں اپنی عقل

بیٹھے۔ ہوا یہ کہ میں ایک کمرے میں بیٹھا ایک مہمان کی تلاشی لے کر اسے ہال میں بھیج رہا تھا۔ چونکہ اسکیم پہلے ہی سے میرے ذہن میں تھی۔ اس لئے میں نے عورتوں کی تلاشی کا انتظام دوسرے کمرے میں کر دیا تھا۔ وہاں ریکھا عورتوں کی تلاشی لے رہی تھی اور ادھر میں مردوں کو دیکھ رہا تھا۔ طریقہ یہ تھا کہ ایک وقت میں ایک ہی مہمان کمرے میں آئے.... کچھ دیر بعد ڈکسن صاحب تشریف لائے اور انہوں نے مجھے دیکھ کر بہت بُرا سا منہ بنایا لیکن کرتے کیا.... میں ان حضرت کی تلاشی لینے لگا اور اسی دوران میں چپکے سے اپنا ریوالور ان کی جیب میں کھسکا دیا۔ کوٹ کی جیب تھی، فوراً ہی وزنی ہو گئی۔ انہیں بھی احساس ہو گیا اور وہ پیچھے ہٹے ہی تھے کہ میں نے گریبان پکڑ لیا اور کہا کہ بیٹے تم یہاں ریوالور لے کر کیوں آئے ہو۔ آخر ہو نا چمارن کی اولاد۔ میں تم پر تھوکتا ہوں۔ یہ کہہ کر تھوک بھی دیا اس کے منہ پر.... بس پھر کیا تھا۔ آگیا غصہ شیر کو اور عقل کھوپڑی سے نکل کر نیویارک پہنچ گئی۔ بس اس نے میرا ریوالور اپنی جیب سے نکال کر مجھ پر جھونک مارا۔ میں نے ہال کا راستہ لیا۔ اسکیم یہی تھی کہ باڈی گارڈ اسے ختم کر دیں۔ ویسے میں ڈر رہا تھا کہ کہیں تمہاری عقل بھی نہ اس کی عقل کو للکار بیٹھے اور پہلے تم ہی اس پر فائر جھونک مارو.... مگر خیر خدا کا شکر ہے کہ تمہاری عقل تمہاری کھوپڑی ہی میں رہ گئی تھی۔"

حمید سناٹے میں آگیا۔ وہ فریدی کو سگار سلگاتے دیکھ رہا تھا.... لیکن اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے لوئی آتشی عفریت بیٹھا جلتی ہوئی لکڑی چبا رہا ہو۔ اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

دوسرے دن کے اخبارات میں فدیلی کا بیان آگیا۔ لیکن فریدی کے محکمے کا ہر فرد یہی سوچ رہا تھا کہ کباب میں ہڈی ضرور تھی۔

ویسے حقیقت حمید کے علاوہ اور کسی کو آج تک نہ معلوم ہو سکی۔

راحیلہ کو کین فروشوں کے مقدمے میں سلطانی گواہ بنائی گئی تھی.... وہ جب بھی حمید سے ملتی اس پر چھینکوں کا دورہ پڑ جاتا۔ وہ چھینکتی رہتی اور حمید اسے بُرا بھلا کہتا رہتا۔

ختم شد